رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

اور

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء، 1974ء

محمد احمد ترازی

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازی (ایم اے)

یہ مسلمہ اصول ہے کہ دنیا میں عظمت کی منزلیں عزیمت کی راہ سے گزرنے کے بعد ہی نصیب ہوتی ہیں۔حق کے راستے میں مصائب وآلام اور مخالفت ومزاحمت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا نام عزیمت ہے۔تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک ایک ورق ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔جنھوں نے نیکی اور بدی کی معرکے میں اپنے عہد کی یزیدی اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔اور وہ اس راہ میں جان کی بازی لگا کر قیامت تک کیلئے امر ہوگئے۔رخصت کے بجائے عزیمت کے دشوار گزار راستوں کا انتخاب کرنے والے یہ لوگ ہواؤں کے رخ کے ساتھ نہیں چلتے۔بلکہ انکے عزم،حوصلے اور قوت ارادی کو دیکھ کے طوفان بھی اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔یہ دین اسلام کی تعلیمات ہی ہیں کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ تاریخ انسانی میں اہل حق کفر ومنافقت اور باطل قوتوں کے خلاف نہ صرف سینہ سپر رہے۔بلکہ انھوں نے ان طاغوتی قوتوں کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا۔اور اسلام کے پرچم کو کبھی بھی کسی یزیدی دربار میں سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ان کی نظریں ہمیشہ منزل مقصود پر ہوتی ہیں۔کارواں میں کون شامل ہوا اور کون چلا گیا۔کس نے کس موڑ پر مجبوریوں کا بہانہ بنایا،مصائب وآلام سے گھبرا کر یا خار دار راہوں میں تھک کر ساتھ چھوڑ دیا۔نادان دوستوں کی مخالفت،دانا دشمنوں کی تباہ کن سازشیں یا جماعت کی آستینوں میں بت۔وہ ان تمام باتوں اور اندیشوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔وہ الزامات کے خارزاروں ،مخالفت کی پرخطر گھاٹیوں اور بغض اور حسد کے کانٹوں کی پرواہ کیۓ بغیر عازم سفر رہتے ہیں۔انھیں وقت کی کوئی بھی رکاوٹ ،اذیت ناک ماحول،حوادث اور ناخوشگوار واقعات لمحے بھر کیلئے بھی بے چین نہیں کرتے،وہ خنداں پیشانی کے ساتھ مسکراہٹیں تقسیم کرتے ہوئے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔اور دنیا کے نقشے بدلتے چلے جاتے ہیں۔ایسے مردان حق روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تجھے معلوم بھی ہے کچھ کہ صدیوں کے تفکر سے
کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اک بشر پیدا

صدیوں کے الٹ پھیر اور افلاک کی ہزاروں گردشوں کے بطن سے ایک ایسا دانائے راز پیدا ہوتا ہے جس کی سنگِ

راہ سے ریگستانوں کو سیراب کرنے والے ہزاروں چشمے پھوٹتے ہیں۔اسکے نفس شعلۂ بار سے سحرنو کا پیغام لے کر لاکھوں آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔

بیسویں صدی کا آغاز امتِ مسلمہ کیلئے جن بدترین حالات میں ہوا۔اس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس تاریک دور میں اللہ رب العزت نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ایسے منتخب افراد سے امت کو نوازا جنھوں نے ہر میدان میں چومکھی لڑائی لڑی اور ظلم و استحصالی نظام کا سینہ چیر کر شمعِ رسالت ﷺ کی روشنی کو اس طرح سے پھیلایا کہ غفلت،غلامی اور مظلومیت کے سائے چھٹ گئے اور احیائے اسلام اور امت مسلمہ کی اجتماعی وحدت و عالمگیر قوت کی حیثیت سے ابھرنے کے آثار نو پیدا ہونے لگے۔موجودہ صدی میں جن نفوسِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام لیا۔اُن میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک ممتاز حیثیت اور منفرد مقام حاصل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ صرف پاکستان ہی کیلئے نہیں بلکہ امتِ مسلمہٗ اور پوری انسانیت کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔آپ ایک نادر روزگار مفکر،بے باک قائد،زمانہ ساز مدبر،ایک حیات آفریں شخصیت کے مالک،نئے دور کے نقیب اور سب سے بڑھ کر تسلیم و رضا کے پیکر۔اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔آپکی کم وبیش 78 سالہ زندگی دین اسلام کے عملی نفاذ،دینی قوتوں اور جمہوری اداروں کی فروغ وبقاء،پاکستان کے استحکام وسالمیت اور مسلم وحدت کی مسلسل جدوجہد،احیائے اسلام اور کفر کے خلاف عالم اسلام کی بیداری سے عبارت ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہی منتخب مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے عصر حاضر میں علمی فکری اور روحانی و مذہبی محاذ پر بھرپور جہاد کیا۔آپ زوال آشنا ملتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کے علامت اور عصرِ حاضر میں قوت واقتدار کے بدلتے ہوئے معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بھر اسلام کے عادلانہ سیاسی،سماجی،ثقافتی اور اقتصادی نظام کے قیام کیلئے مصروف جہاد رہے۔آپ کی تکبیرِ مسلسل دشت وصحرا،شہر اور بیابانوں میں زندگی بھر صدائے حق بلند کرتی رہی۔آپ کی ساری زندگی طاغوتی نظام کے علمبرداروں کے خلاف ایک چیلنج،بھٹکے ہوئے کارواں کی نقیب،بھولے ہوئے نغموں کی ایک صدا،ملت کے دردکا درماں،بے قرار دلوں کی دھڑکن اور صدیوں کی حرماں نصیبی کے بعد ایک امید کی کرن کی مانند رہی۔آپ نے تشکیک اضطراب کہ اس پرفطن دور میں لاکھوں قلوب واذہان کو ایمان اور یقین کی لازوال دولت سے سرفراز کیا۔عہد حاضر میں آپ نظامِ مُصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح کے نہ صرف خالق بلکہ قافلۂ انقلاب نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عظیم قائد بھی رہے،آپ اُمت کو ماسکو اور واشنگٹن کے بجائے گنبدِ خضراء کا راستہ دکھانے والے ہیں۔آپ فرمایا کرتے تھے"ہماری منزل اسلام آباد نہیں بلکہ اسلام ہے۔ہمارے سفر کی منتہائے معراج لندن،پیرس،اور واشنگٹن نہیں بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے"اس لیئے آپ نے اقتدار کے بجائے ہمیشہ حزبِ اختلاف کی سیاست کی۔تحریک ختم نبوت 1953ء سے لیکر 11 دسمبر 2003ء تک حزبِ

اختلاف کی سیاست کا اتنا طویل، حوصلہ شکن، اور صبر آزما سفر کوئی مرد قلندر صاحب عزیمت واستقامت ہی کرسکتا ہے۔ جہاں تاریخ نے لیلائے اقتدار کی بھول بھلیوں میں وقت کے نامی گرامی افراد کو گم ہوتے، اسلام کو اپنی منزل قرار دینے والوں کو اسلام سے جفا کر کے اسلام آباد کے اسٹیشن پر اُترتے، اور فوجی آمروں کی آغوش میں وزارتوں کے مزے لیتے دیکھا ہے۔ وہیں تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد دیدہ ور، حق پسند وحق آگاہ اور صاحب بصیرت رہنما ہیں۔ جنہوں نے جنرل ایوب خان، جنرل آغا محمد یحییٰ، ذوالفقار علی بھٹو جنرل محمد ضیاء الحق، نواز شریف اور جنرل پرویز مشرف تک ہر آمر وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔ آپ قومی اسمبلی، سینٹ اور عوامی فلور ہر مقام پر بہادر نڈر، بیباک، حق وصداقت اور نہ جھکنے اور بکنے والی قیادت کی علامت تھے۔ زندگی بھر آپ اپنے ہدف اور مشن پر ڈٹے رہے۔ پائے استقامت میں معمولی سی لغزش بھی آپ کو گوارہ نہ تھی۔ لیلائے اقتدار کی غلام گردشیں، بھول بھلیاں اور کشش غلامِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے دامِ فریب میں نہ الجھا سکیں۔ اور وہ دیوانہ مصطفےٰ ﷺ اسوۂ شبیری کی پیروی کرتا ہوا وقت کے ہر آمر کے دربار میں کلمہء حق بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک دیدہ ور، صاحب نظرو بصیرت، زہد وتقویٰ، مظہر صدق وصفا، مردِ حق آگاہ، نابغۂ روزگار، عالم باعمل، قائدِ بے مثال، عالمی مبلغ وداعی، اور امام امت تھے۔ آپ نے فکر وعمل کے وہ چراغ روشن کیے ہیں جو آئندہ صدیوں تک تاریخ راہوں پر مسافرانِ حق کیلئے روشنی بکھیرتے رہیں گے۔ آپکی کثیر الجہات شخصیت اور خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ

عجب تماشہ ہے حسن جاناں شروع کروں میں کہاں سے پہلے
کہ ہر اک جلوہ پکارتا ہے یہاں سے پہلے وہاں سے پہلے

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کا ایک نوجوان سپاہی:

یکم اپریل 1926ء میں مبلغ اسلام سفیر پاکستان حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہونے والے اس فرزند ارجمند نے اپنے ایمان، ضمیر اور نسبی تقاضوں کو سامنے رکھ کر احقاق حق اور ابطال باطل کی جو شمع روشن کی وہ احیائے امت کی عالمی تحریک بن کے مشرق ومغرب کے دور دراز گوشوں تک پھیل چکی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان قومی اور ملی حوالوں سے نمایاں خدمات کی شاندار روایات کا امین ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب سے آکر میرٹھ میں آباد ہوئے۔ میرٹھ یہ وہی شہر ہے۔ جہاں کے حریت پسند غیور مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف 1857ء میں جنگ آزادی کا آغاز کر کے تحریک پاکستان کی بنیاد رکھی۔ علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان میرٹھ کے مشہور علمی اور صوفی گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے دادا شاہ عبدالحکیم میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب، مبلغ اسلام اور مشہور صوفی شاعر تھے۔ برصغیر کے مشہور ادیب وشاعر مولانا اسمٰعیل میرٹھی جن کی کتب یو، پی بورڈ میں پڑھائی جاتی ہیں آپکے دادا کے سگے

بھائی تھے۔ مشہور عالم دین مولانا مختار احمد صدیقی، مولانا بشیر احمد صدیقی، اور مولانا نذیر احمد خوجندی مولانا عبدالعلیم صدیقی کے سگے بھائی ہیں۔ مولانا نورانی کے تایا مولانا نذیر احمد خوجندی صدیقی بمبئی کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ آپ نے تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کیا اور گرفتار ہوئے۔ آپ کے والد علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نامور عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی سے ساٹھ ہزار (اور دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ) سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں ہوئی۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید وقرأت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔ 1944ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، والد گرامی مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی، اور اپنے استاد محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہم الرحمہ نے کی۔ 1945ء میں انیس سال کی عمر میں آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کر دیا۔ 1946ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم "نیشنل گارڈ" کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔ 1947ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلئے جیل گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی 1948ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل 2002ء تک) کچھی میمن مسجد صدر کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔ 1952ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔ 1953ء میں آپ "ورلڈ مسلم آرگنائزیشن" کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔ اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی تھے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالبعلمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لے کر پاکستان میں اپنی مذہبی وسیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے دیرینہ ساتھی اور مجاہد ختم نبوت حضرت صوفی ایاز خاں نیازی رحمتہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ "پر کشش وباکمال شخصیت کے مالک، بزرگوں اور اسلاف کے کمالات سے مزین، نجابت وشرافت کا نمونہ، وقار وتمکنت کا خزینہ، ظاہری وباطنی لطافت ونظافت کا مجسمہ، حسن وجمال وفضل وکمال کے عظیم پیکر، عاجزی وانکساری کی اعلیٰ مثال اور با عزت وباوقار زندگی خالی ہاتھ گزارنے والے مولانا شاہ احمد نورانی اپنی ذات کے بارے میں انتہائی کم گو اور منکسر المزاج

ہیں"۔مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ساری زندگی اعلائے کلمۃ الحق کی جدوجہد سے عبارت ہے۔اتحاد امت کی تڑپ،اور بلاد کفر میں اشاعت اسلام اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت آپ کی زندگی کے بنیادی نصب العین رہے۔بارہ (12) اور ایک روایت کے مطابق سترہ (17) زبانوں پر عبور رکھنے،اور اپنی پوری زندگی دین اسلام اور پاکستان کی خدمت کرتے ہوئے بے شمار کارنامے انجام دینے والے قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کے متعدد پہلو آج بھی ایسے ہیں جن پر آپ کی عاجزی،انکساری اور اخلاص کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا ہے۔آپ کی زندگی کے صرف چند گوشے ہی ہمارے سامنے آسکے ہیں۔

گو کہ مولانا نورانی ذاتی زندگی میں نمود و نمائش کے قائل نہ تھے،اور اپنی نیکیوں اور کارناموں کو منظر عام پر لانا مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔لیکن آپ کی حیرت انگیز جامع الصفات شخصیت اور آپ کی زندگی کے پوشیدہ گوشوں اور کارناموں کو سامنے لانا صاحبان علم ودانش اور آپ کے مصاحبان پر ایک ایسا قرض ہے۔جس کی ادائیگی کی صورت میں ہی دنیا آپ کی شخصیت اور کارناموں سے صحیح طور پر آگاہ ہوسکتی ہے۔راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے ناظم اعلیٰ تحریکِ فدایان ختم نبوت برادرم السید عقیل انجم قادری کی موجودگی میں جناب خالد محمود قادری مدیر" آثار واحوال"،"الفتح" اور مصنف "سچی قیادت" کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔" آپ نے ہماری تعریف میں بہت زیادہ لکھ دیا ہے۔اتنا بھی نہیں لکھنا چاہیے تھا"۔

علامہ شاہ احمد نورانی تحریک ختم نبوت 1953ء میں بھرپور کردار ادا کرنے کے باوجود اس تحریک میں آپ کا کام اور خدمات زیادہ نمایاں طور پر سامنے نہیں آسکیں۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مولانا شاہ احمد نورانی ان دنوں نوجوان تھے اور تحریک کی قیادت حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری،ابوصالح محمد جعفر پیر صاحب سرسینہ شریف (ڈھاکہ بنگال) علامہ عبدالحامد بدایونی،صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی،مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش،علامہ سید سعید احمد شاہ کاظمی،مولانا ابوداؤد محمد صادق،خواجہ قمرالدین سیالوی،علامہ عبدالستار نیازی،مفتی صاحب داد خان،مولانا عبدالغفور ہزاروی،مولانا غلام محمد ترنم ،مولانا غلام دین محمد،مولانا محمد بخش مسلم،وغیرہ جیسے جید حضرات علماء کے پاس تھی۔اس لیئے تاریخ اور مورخ کی یادداشت ایک 26 سالہ نوجوان کی تمام خدمات کو محفوظ نہ رکھ سکی۔اور تحریک ختم نبوت 1953ء میں آپ کی خدمات اور کارناموں کا بہت سا حصہ گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔

ذیل میں ہم نے جسٹس منیر انکوائری رپورٹ،علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے انٹرویوز اور معاصرین کی یادداشتوں کی مدد سے کچھ مواد اکٹھا کر کے حضرت کی زندگی کے کچھ گمنام گوشوں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق 2،جون 1952ء کو تھیوسوفیکل ہال کراچی میں علمائے اکرام کی منعقدہ آل

پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس میں حکومت کے مرزائیت نواز رجحانات کے باعث آئینی ذرائع سے پرامن جدوجہد کا راستہ اختیار کرنے کیلئے اس کانفرنس میں اہم رہنماؤں پر مشتمل ایک گیارہ رکنی "علماء بورڈ" تشکیل دیا گیا۔ جس کے ذمہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کے اگلے اجلاس کے جملہ انتظامات تھے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اس نوتشکیل شدہ علماء بورڈ میں ایک رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 26 سال اور تقریباً 2 ماہ تھی۔ اس کم عمری میں علامہ عبدالحامد بدایونی ،علامہ مفتی صاحب داد صاحب، سید سلیمان ندوی ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق تھانوی، علامہ محمد یوسف کلکتوی، مولانا لال حسین اختر، مولانا سلطان احمد، الحاج ہاشم گزدر، اور مولانا جعفر حسین مجتہد جیسے مختلف مکتبہ فکر کے اکابر علماء کے ساتھ آپ کا انتخاب آپ پر علماء کے اعتماد کا مظہر ہے۔

مولانا نورانی کم عمری اور نوجوانی کے باوجود غیر معمولی شخصیت اور قائدانہ صلاحیت کے حامل تھے۔ جس کا اظہار اکابر علماء نے آپ کو علماء بورڈ کا ممبر بنا کر کیا۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں جید علماء و مشائخ اہلسنّت کے ساتھ بحیثیت کارکن و ممبر آپ کی موجودگی جہاں آپ کیلئے ایک اعزاز کا درجہ رکھتی ہے۔ وہاں وہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی شکل میں تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء کو قادیانیوں کے خلاف برصغیر کے مسلمانوں کی 90 سالہ تحریک کو منطقی انجام تک پہنچانے والا عظیم قائد بھی فراہم کرتی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں علماء بورڈ کے ممبر اور تحریک کے کارکن کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے انجام دیئے۔ دوران تحریک آپ کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے کراچی میں تحریک کو منظم اور فعال کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے علماء بورڈ کے رکن کی حیثیت سے 13 جولائی 1952ء کو کراچی میں جناب الحاج ہاشم گزدر کے گھر پر منعقدہ اجلاس میں شرکت کر کے " آل پاکستان پارٹیز کنونشن" کے انعقاد کے پروگرام کو حتمی شکل دینے میں دیگر علماء اکرام کی معاونت فرمائی۔ اس اجلاس میں پاکستان کی چودہ مذہبی جماعتوں جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہل سنّت، حزب اللہ (مشرقی پاکستان)، تنظیم اہلسنّت والجماعت ، جمعیت علمائے اسلام ، مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام، جمعیت اہلحدیث، جماعت اسلامی، جمعیت الفلاح، موتمر اہل حدیث پنجاب، سفینۃ المسلمین ، جمعیت العربیہ، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کو دعوت نامے جاری کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی 5، اگست 1952ء کو کراچی میں علماء بورڈ کے اہم اجلاس میں بھی شامل تھے۔ جس میں میں خصوصی طور پر لاہور سے مجلس عمل کے صدر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے علاوہ اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش، شیخ حسام الدین، اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی تشریف لائے تھے۔ اس اجلاس میں علماء بورڈ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ " کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن" 15 تا 17 ستمبر 1952ء کو منعقد کیا جائے گا۔ منیر انکوئری رپورٹ کے مطابق یہ اجلاس اپنے

پروگرام کے مطابق نہ ہو سکا۔ چنانچہ ملتوی شدہ اجلاس کے آئندہ انعقاد کیلئے 15، دسمبر 1952ء کو علماء بورڈ کے اور اجلاس میں 16 تا 18، جنوری 1953ء کو کراچی میں "کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن" بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ علماء بورڈ کے رکن ہونے کی حیثیت سے مولانا شاہ احمد نورانی بھی اس اجلاس میں بھی موجود تھے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری اپنی یاداشت میں مولانا شاہ احمد نورانی کی موجودگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جولائی 1952ء میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں کے اعزاز میں نگار ہوٹل میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ جس میں مقامی مدیران جرائد کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق، مولانا لال حسین اختر، عبدالمجید سالک، اورالحاج ہاشم گزدر نے بھی شرکت کی۔

(بحوالہ تحریک ختم نبوت 1953ء۔ ص 199)

مولانا شاہ احمد نورانی اس زمانے میں علامہ عبدالحامد بدایونی کے نائب اور سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے پاکستان سندھ کے سیکرٹری نشرواشاعت بھی تھے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں علامہ شاہ احمد نورانی علماء بورڈ کے ممبر ہونے کے علاوہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے جنرل سیکریٹری بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں "مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سید محمد داود غزنوی، سید عطاءاللہ شاہ بخاری، کفایت حسین، سید مظفر علی شمسی اور تمام مکاتب فکر کے دیگر علماء اس میں شامل تھے۔ یہ فقیر بھی سندھ کی مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری تھا۔ بالآخر اس تحریک کا مرکز مسجد وزیر خان اندرون دہلی دروازہ لاہور بنی۔ جہاں علامہ سید ابوالحسنات قادری خطیب تھے۔ اور کراچی میں جامع مسجد آرام باغ جہاں کے خطیب تاج العلماء مفتی عمر نعیمی رحمۃ اللہ تھے۔ تحریک ختم نبوت کے جانثاروں اور جانبازوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ لاہور میں پہلا مارشلاء لگا۔ سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے سینے پر گولیاں کھائیں۔ اور جام شہادت نوش کیا۔ بیسویں علماء کو پابند سلاسل کیا گیا۔ تین علماء کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ جن میں اہلسنّت کے دو مقتدر علماء سید خلیل احمد قادری اور مجاہد ختم نبوت علامہ عبدالستار خان نیازی تھے۔ الحمدللہ! نہ کسی نے معافی نامے داخل کیے۔ نہ جان بخشی کی اپیل کی۔ سب نے عزیمت واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ اور پرچم نبوت وناموس مصطفیٰ ﷺ کو بلند رکھا" (انٹرویو مفتی منیب الرحمٰن۔ ماہنامہ النعیم کراچی ستمبر 2003)

اس تحریک کے دوران آپ کراچی میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء اکرام کے ساتھ شریک رہے۔ اور گرفتاری دینے کیلئے رضا کاروں کے دستوں کی تیاری اور دیگر انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ "آپ روزانہ گرفتاری دینے والے رضا کاروں کو تیار کراتے اور انہیں مخصوص مقامات پر لے جاتے جہاں وہ ختم نبوت کی حمایت اور حکومت کی مخالفت میں مظاہرہ کرتے ہوئے گرفتاری دیتے تھے۔ (عہد رواں کی عبقری شخصیت۔ مولانا محمد امین نورانی ص

(155

تحریک ختم نبوت 1953ء میں اپنی موجودگی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں "میں اس زمانے میں پاکستان میں تھا اور کراچی میں اس تحریک کے دوران میں مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک رہا۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم کا آغاز کیا گیا۔ اور میں اس میں پیش پیش تھا۔ رضا کاروں کو گرفتاری کیلئے تیار کرنا اور دیگر انتظامی امور میری ذمہ داریوں میں شامل تھے۔" (عہد رواں کی عبقری شخصیت۔ مولانا محمد امین نورانی ص 87)

قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ:

مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں جب یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدوجہد کی۔ تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔ جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔ مرزا قادیانی 1908ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا انکار بارہا کیا۔ اس نے درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مخبوط الحواس اور فاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی "محمد اور احمد" ہوں۔ اس کو بے وقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا۔ ان کا پیسہ اور پلاننگ تھی۔ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ اعلیٰحضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین کیلئے سب سے پہلے 1935ء میں وہ سرینام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمدللہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس امت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسلیمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسلیمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر ارتداد کے فتوی جاری کئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی

گڑھی، اور دیگر تمام مکاتب کے اکابر علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کئے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ اور امت مسلمہ کا سواد اعظم اس عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔

چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا۔ اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا۔ اور پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے، کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام، اٹھ اور جاگ، تیرے ہوتے ہوئے تیرے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کے ساتھ دندنا رہے ہیں ۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے موثر اقدام اٹھائے جائیں۔ اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ گولڑوی، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔ اور اس کا محاسبہ کیا۔ بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔ میرے والد ماجد نے سرینام جنوبی امریکہ میں اس فتنے کے خلاف جہاد کیا۔ میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔ قادیانی پاکستان میں ربوہ کو "منی اسرائیل" بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔ (افکار نورانی۔ صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص 50-49)

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء میں میری کوشش حقیر سا نذرانہ ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ "میری سیاسی سرگرمیوں کا آغاز سنی عوام کی تنظیم اور مسلم لیگ کی جماعت سے ہوا۔ کیونکہ وہ دور میرا طالبعلمی کا بھی تھا۔ اس زمانے میں کوئی واضح شکل میری ذاتی سوچ کی بھی نہیں بن سکتی تھی۔ اسلئے اپنے بزرگوں کی بتائی اور دکھائی ہوئی راہ پر چلنا کافی تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی کچھ عرصے تک میں حصول تعلیم میں معروف رہا۔ پھر والد گرامی کے ساتھ بیرونی ممالک کے تبلیغی اور مطالعاتی دورے کئے۔ والد محترم نے میری تربیت جن خطوط پر کی ان کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی تھا کہ میں بھی باقاعدہ عملی سیاست میں آؤں۔ ادھر ہمارے بزرگوں نے وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی جدوجہد شروع کر رکھی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ 1953ء میں قادیانی فرقے کے خلاف ہم نے آواز اٹھائی تھی۔ تو اس میں سب سے توانا آواز ہمارے ہی بزرگوں کی تھی۔ اور اس تحریک میں نوجوانوں کا خون سب سے زیادہ کام آیا۔ اس تحریک کی قیادت ہمارے بزرگ مولانا سید ابوالحسنات قادری نے کی۔ اس سے قبل حضرت غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی صاحب نے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ

کے اجلاس میں ایک باقاعدہ قرارداد پیش کی تھی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔اس تحریک نے مجھے بھی اپنی طرف متوجہ کیا اور میں نے بھی جان دو عالم ﷺ کے منصب ختم الانبیاء کے تحفظ کیلئے اپنی حقیری سی کوششوں کا نذرانہ پیش کیا۔"(افکار نورانی صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص 232-231)

قادیانیوں کے خلاف آہنی چٹان:

جناب شاکر حسین خان (ریسرچ اسکالر علوم اسلامی جامعہ کراچی) اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں" قیام پاکستان کے بعد علماء ومشائخ نے 1953ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی۔اس کے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت 1953ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ بلند کیا۔ان میں روشن وتابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے بھرپور طریقے سے عملی جدوجہد جاری رکھی۔قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اوران کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورثے میں ملی تھی۔ان کے والد مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔انہوں نے افریقہ ،یورپ،سیلون ،انڈونیشیا،ملائیشیا،برما،اور عرب ریاستوں میں قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔اوران کے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی۔جس کا نام"The Mirror" ہے۔اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ"المرأة" کے نام سے ہوا۔اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی۔جس کا نام"مرزائی حقیقت کا اظہار" ہے۔اس کتاب کا ملائیشیا کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔جس کے بعد ملائیشیا میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ ان کے آگے آہنی چٹان کی مانند کھڑے رہے۔(ماہنامہ پیام حرم کراچی۔نومبر 2005ء ص 23)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازی (ایم اے)

برصغیر پاک و ہند کے خطے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل و کرم سے نوازا ہے۔اور یہ خطہ ہمیشہ سے ہی قدرتی وسائل اور مردم خیزی کی دولت سے مالا مال رہا۔اوائل اسلام سے لیکر آج تک یہ خطہ زمین جری و بہادر اور اہل علم و فضل کا مرکز رہا۔تاریخ کے ہر موڑ پر اُمت مسلمہ کی رہبری و رہنمائی کیلیے علماء و مشائخ باطل کے ناپاک عزائم کو بے نقاب کرتے اور اسکے سامنے بند باندھتے نظر آتے ہیں۔اس راہ میں کہیں حضرت داتا گنج بخش،سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری،حضرت بہاوالدین ذکریا ملتانی،حضرت مجدد الف ثانی،شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔خواجہ شمس الدین سیالوی اور حضرت سیدنا پیر سید مہر علی شاہ صاحب جیسے صوفی بزرگ برصغیر کے مسلمانوں میں توحید اور عشق رسالت کی شمع جلاتے ہیں۔تو دوسری جانب شاہ عبدالحق محدث دہلوی،بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی،مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی،مفتی صدرالدین آزردہ،مفتی عنایت احمد کاکوری،مولانا شاہ فضل رسول بدایونی،مفتی لطف اللہ علی گڑھی،محدث ہند سید محمد کچھوچھوی،مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی،مولانا عبدالجلیل شہید گڑھی،مولانا فیض احمد بدایونی،منشی رسول بخش کاکوری،اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی،شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان،حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان،مبلغ اسلام سفیر پاکستان علامہ عبدالعلیم صدیقی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب،مفتی سرحد شائستہ گل،مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی،غازی کشمیر قائد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء،علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری،مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی،پیر بھرچونڈی شریف پیر عبدالرحیم،پیر آف مانکی شریف قال اللہ و قال الرسول کا میدان سنبھالتے نظر آتے ہیں۔

ان اکابرین اہل سنت و جماعت میں مبلغ اسلام،فاتح قادیانیت،سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کا مشن ملک خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ تھا۔آپ آغاز جدوجہد ۱۹۴۵ء سے لیکر زندگی کی آخری سانسوں ۲۰۰۳ء تک اس مقصد کے حصول میں مصروف عمل رہے۔آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت

ہے۔آپ کی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور تحفظ کی جدوجہد پاکستان سمیت ساری دنیا پر محیط ہے۔آپ دعوت ارشادوتزکیہ نفس کی تعلیم دینے والے پیر کامل، میدان سیاست میں حسینی سیاست وکردار کے علمبردار سیاستداں، بین الاقوامی اسلامی دانشوراور مبلغ اورایک لیجنڈ عالمی رہنما تھے۔

آج ہمیں زندگی کے ہر میدان میں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات نمایاں نظر آتی ہے۔آپ نے زندگی بھر کسی موقع پر بھی ظلم و استبداد، کفروگمراہی، جہالت اور بے انصافی سے مصالحت نہیں کی۔آپ دین اسلام کی سچائیوں کے سچے علمبردار، بلند فکراور بلند کردارانسان تھے۔آپ نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی ہوئی خوبیوں کی بدولت کسی بھی مرحلہ پر اپنی تگ ودو میں کمی نہیں آنے دی۔اوراپنے آپ کواکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دورمیں قرون اولیٰ کے مسلمان رہنما کی حیثیت سے پیش کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کشادہ پیشانی،نورانی چہرہ،روشن و پرعزم آنکھیں،بارعب و بے ریا اجلی آواز، تصنع وریاکاری سے عاری،شرافت ووضع دار کا پیکر،تہمت والزامات سے پاک وجود کی شخصیت کے مالک تھے۔سچ کہا کسی نے کہا!''ثمر بار ہونے والے شجراُن زرخیز زمینوں اورموزوں موسموں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں آسمان بھی ابر رحمت کیلیے فیاض ہوتا ہے''۔

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی کے گھر میرٹھ میں پیدا ہونے والے علامہ شاہ احمد نورانی کا سلسلہ نصب والد کی طرف سے ۳۹ویں اوروالدہ کی طرف سے ۳۵ویں پشت میں تحریک ختم نبوت کے قائداول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔آپ نجیب الطرفین صدیقی النسل تھے۔اورآپ کے سیدھے پیر کے انگوٹھے میں صدیقیت کی نشانی تل کی شکل میں موجودتھی۔

خیال وفکری کی سچائیاں بھی شامل ہیں مرے لہو میں مرے شجرۂ نسب کی طرح

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا شمار پاکستان کی اُن چندنامور شخصیات میں ہوتا ہے۔جن کا خاندان نسل درنسل لوگوں کودین کا شعور دیتا چلا آرہا ہے۔برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں چند ہی خاندان ایسے دکھائی دیتے ہیں جنکا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام تھا۔وہ ہروقت دین میں مکمل مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔جس مقام پر بھی رہے شب وروز دین کی خدمت کواپنا شعار بنائے رکھا۔مولانا شاہ احمد نورانی کے والد حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی نے سفیر اسلام بن کر دنیا میں پھیلے ہوئے جہالت اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں دین حق کی شمع فروزاں کی۔عیسائیت کی رہبانیت سے تنگ شراب اورجنسی آلائش میں ڈوبے ہوئے مادر پدر آزاد معاشرے میں سکون کے متلاشی لوگوں کواسلام کا عالمگیر پیغام امن وسکون پہنچایا۔جسکی پناہ میں آنے سے رنگ ونسل اور بے راہ روی کے بت پاش پاش ہوجاتے ہیں۔مولانا نورانی کے خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کریں توبر صغیر کی تاریخ کا سچا مورخ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ شاہی مسجد میرٹھ کے خطیب حضرت مولانا عبد

الحکیم جوش میرٹھی (مولانا نورانی کے دادا) کی اسلام کیلیے وسیع خدمات تھیں۔اسی طرح ان کے حقیقی بھائی مولانا اسماعیل میرٹھی نے اردوادب میں اتنا گراں قدر کام کیا کہ ان کی کاوشیں پرائمری سے ایم اے تک کی نصابی کتابوں میں عام ملتی ہیں۔(بحوالہ ایک عالم ایک سیاستداں مولانا شاہ احمد نورانی ص ۳)

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید وقرآت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔۱۹۴۴ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں،صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی،والد گرامی مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی اور اپنے استاذ محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی۔۱۹۴۵ء میں اُنیس سال کی عمر میں آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کر دیا۔۱۹۴۶ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم نیشنل گارڈ کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلیے بھرپور جدو جہد کا آغاز کیا۔۱۹۴۷ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلیے جیل گئے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ۱۹۴۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل ۲۰۰۲ء تک) کچھی میمن مسجد کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔۱۹۵۲ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔۱۹۵۳ء میں آپ "ورلڈ مسلم آرگنائزیشن" کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم فلیسطین مفتی امین الحسینی تھے۔علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالب علمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیکر پاکستان میں اپنی مذہبی وسیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

ایک موقع پر جب مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں یہ سوال پوچھا گیا کہ آپکو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدو جہد کی۔تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا!

"قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔اللہ تعالیٰ کے بارے میں اسکا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔عقیدہ ختم نبوت کا بارہا انکار کیا۔اس نے

درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مخبوط الحواس اور فاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی محمد اور احمد ہوں۔ اس بیوقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا۔ ان کا پیسہ اور پلاننگ تھی۔ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ اعلیٰ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین کیلیے سب سے پہلے ۱۹۳۵ء میں وہ سرینام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمد للہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس اُمت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اُکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد و فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر و ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور دیگر علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہوسکا۔ اور اُمت مسلمہ کا سواد اعظم اس عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔ چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا ہے۔ پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام اٹھ اور جاگ تیرے ہوتے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کیساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ

کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلیے مؤثر اقدام اٹھائے جائیں۔اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔اور اسکا محاسبہ کیا۔بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔میرے والد ماجد نے سرنیام میں جنوبی امریکہ میں اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا۔میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔قادیانی پاکستان میں ربوہ کو منی اسرائیل بنانا چاہتے تھے۔اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔(افکار نورانی از صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص ۵۰،۴۹)

علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے والد محترم علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مشن کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا اور والد صاحب کی زندگی ہی میں ان کے ساتھ تبلیغی دوروں پر جانے لگے تھے۔۱۹۵۴ء میں علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے والد کے تبلیغی مشن سے باقاعدہ وابستگی اختیار کرلی اور اپنے والد کے مشن کو بہتر طریقے سے سرانجام دینے کا عزم کر کے اس سے وابستہ ہوگئے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک آپ نے اپنا زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔اور اس دوران علامہ شاہ احمد نورانی نے اشاعت اسلام کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا۔آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوچکی تھی کہ قادیانیت اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ کی ایک منظم سازش ہے۔ان تبلیغی دوروں کے دوران قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ اور مرزائی انگریز تعلقات خصوصی طور پر آپ کے زیر مطالعہ رہے۔آپ بالخصوص بیرون ملک قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں اور عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک تقریباً سولہ سال کے عرصے میں آپ نے زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔اس دوران آپ اسلام کی ترویج واشاعت اور فتنہ قادیانیت کے رد اور اسکے خلاف محاسبے کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ان ہی مصروفیات کے دوران آپ کی مدینہ منورہ میں شادی ہوگئی۔جس کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرلی اور آپ کا پاکستان آنا جانا کم ہوگیا۔ادھر پاکستان سے جانے والے علماء کرام جب زیارت

مدینہ کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو آپ سے بھی ملاقات کرتے۔ وہ آپ سے پاکستان میں اہل سنت کی حالت زار اور قیادت کے فقدان کا تذکرہ کر کے اصرار کرتے کہ آپکی پاکستان میں زیادہ ضرورت ہے۔ حضرت آپ پاکستان تشریف لائیں۔ یہ اصرار روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے اہل سنت پہلے ہی آپ سے پاکستان آنے کی درخواست کر چکے تھے۔ جب آپ کے قریبی دوستوں میاں جمیل احمد شرقپوری (سجادہ نشین شرقپور) اور پیر سید حامد حسین شاہ نے بھی آپ کے پاکستان واپس آنے پر زور دیا تو آپ نے وطن عزیز میں اہل سنت و جماعت کی مذہبی و سیاسی ناگفتہ بے حالت کو محسوس کرتے ہوئے قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری صورتحال بیان کی۔ جس پر حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو حکم دیا کہ پاکستان جائیے وہاں آپ کی اشد ضرورت ہے وہاں جا کر دین وملت کی خدمت کیجئے۔

چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی ۱۹۶۹ء میں پاکستان تشریف لائے۔ اور آپ نے تبلیغی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ سیاست میں بھی سرگرم حصہ لینا شروع کیا۔ یہ وہ دور تھا جب علماء و مشائخ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ حکومت کی کاسہ لیسی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے اور ان میں حکومت سے اختلاف رائے کی جرأت نہیں ہے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ نے اپنا سب سے پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں جاری کیا۔ آپ نے پاکستان کے صدر جنرل یحیٰی خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

> ''تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے مندرجہ بالا قول کو مدنظر رکھ کر آپ کی تمام زندگی پر نظر دوڑائی جائے تو یہ کہنا بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو وطن واپس اسی مقصد کے لیے بھیجا تا کہ آپ اہلیان پاکستان کو آنے والے عظیم طوفان ''سقوط ڈھاکہ'' سے آگاہ کر سکیں اور قادیانیوں کے خلاف اُمت مسلمہ کی نوے سالہ جدو جہد کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں سکیں۔

جنوری ۱۹۷۰ء میں سرگودھا اجلاس میں جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر علامہ شاہ احمد نورانی کو قومی اسمبلی کا پارلیمانی لیڈر منتخب کیا۔ جناب پروفیسر شاہ فرید الحق سندھ اسمبلی کیلیے اور جناب ناصر بلوچ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر منتخب کیے گئے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علمائے پاکستان حزب اختلاف کی سیٹوں پر بیٹھ کر اپوزیشن کا مثبت کردار ادا کرے گی اور ملک میں سوشلزم اور لادینی نظریات کے خلاف نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی جدو جہد جاری رکھے گی۔ (پمفلٹ جمعیت علمائے پاکستان از رشید احمد رضوی شعبہ نشرو اشاعت پنجاب)

۱۴اپریل ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے مارشل لاء کے زیر سایہ آئین ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے قبل آئین ساز اسمبلی کے وضع کردہ آئین کی تشکیل تک ایک عبوری آئین نافذ کیا۔۱۵اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کا سہ روزہ افتتاحی اجلاس شروع ہوا جس میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اجلاس کے پہلے روز ہی جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد کی حیثیت سے عبوری آئین کے حوالے سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا موضوع بنایا۔پاکستان کی تاریخ میں قومی اسمبلی کے اندر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں بلند ہونے والی یہ پہلی آواز تھی۔آپ نے ایک سچے عاشق رسول ہونے کی حیثیت سے بے خطر ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔اور قومی اسمبلی میں تاریخ ساز خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

> ''جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔میں اس دستور کو اس معزز ایوان کیلیے قابل قبول نہیں سمجھتا اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اسکے اندر اسلام کے متعلق ہیں ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں۔یہاں بہت سے عالم موجود ہیں وہ بھی بیان دیں گے۔اسلام کے مطابق دستور بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں۔پھر اسی عارضی دستور میں ترامیم کر دی جائیں تب یہ قابل قبول ہوسکتا ہے''۔

آپ نے مزید فرمایا!

> ''اس دستور میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے۔حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود اس عبوری آئین سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔چونکہ اس میں وہ تاریخیں متعین نہیں کی گئیں ہیں۔جس تاریخ کو بینکوں کے سود،شراب،نائٹ کلب اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات ملے گی۔ستم ظریفی یہ کہ دوسری اصلاحات تو حکومت نہایت عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے۔لیکن جو برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں انکو دور کرنے کا وقت متعین نہیں کیا گیا''۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے قومی اسمبلی میں اپنے اس اولین خطاب میں آئین کے اندر مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا پرزور مطالبہ کیا۔آپ کے اس مطالبے کا مقصد پاکستان کے اس اعلیٰ ترین انتظامی منصب پر عقیدہ ختم نبوت کے مخالف قادیانیوں اور غیر مسلموں کے فائز ہونے کے امکانات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ تھا۔علامہ شاہ احمد نورانی کا آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ دراصل قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا نقطۂ آغاز اور ۱۹۷۴ء

کی تحریک ختم نبوت کی بنیادی اساس تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے دستور میں مسلمان کی تعریف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ!

"اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ املک میں اسلام کے بدترین دشمن موجود ہیں ۔وہ مسلمان بنکر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کیلیے وہ یہاں آسکتے ہیں۔اس لیے میں مسلمان کی تعریف کرونگا جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور انور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہے"۔

منکرین عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں علامہ شاہ احمد نورانی کا ہمیشہ سے یہی مؤقف رہا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ پاکستان کی سالمیت ویکجہتی کے شدید ترین دشمن ہیں۔اور انکی سرگرمیاں پاکستان کی سالمیت کیلیے خطرناک ہیں۔اس لیے آپ نے اپنے پہلے ہی خطاب میں اس عقیدے کے تحفظ پر اظہار خیال کیا اور اسے قانونی تحفظ دینے کیلیے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔آپ نے جب غیر مسلموں کی فہرست میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں اور کیمونسٹوں کا نام لیا تو برسر اقتدار پارٹی کے اراکین میں کھلبلی مچ گئی۔اور انہوں نے آپ کے خطاب میں مداخلت شروع کر دی۔لیکن آپ نے پیپلز پارٹی کے بعض اراکین کی مداخلت کے باوجود اپنا خطاب جاری رکھا اور سپیکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

"جناب اسپیکر میں نے سوشلسٹ نہیں کہا کیمونسٹ کیا ہے۔اگر کوئی کیمونسٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔سوشلسٹ اگر کیمونسٹ ہے تو وہ بھی اس قابل نہیں ۔دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم انکو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کرونگا کہ دستور وہ ہو جو اسلام کے عین مطابق ہو یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے مگر ہم اس پر ترمیم کیے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر رکھا گیا ہے۔اس میں صرف خوشنمائی ہی ہے مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی اور اسکے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے"۔

اس موقع پر پیپلز پارٹی نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا سہارا لے کر آئین میں مسلمان کی متفقہ تعریف درج کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔اور حکومتی مذہبی معاملات کے ترجمان اور مرکزی کابینہ کے وزیر مولانا کوثر نیازی نے مولانا شاہ احمد نورانی کے خطاب کے جواب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا!

''علماء میں جو اختلافات موجود ہیں انکی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہے۔میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم مل کر مسلمان کی کوئی تعریف ہمارے سامنے پیش کریں۔ہم انہیں پندرہ دن دینے کیلیے تیار ہیں۔وہ ایک ساتھ بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کی کوئی ایک تعریف پر متحد ہو جائیں۔۔۔۔ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔لیکن میں کہتا ہوں کہ آج بھی انکے اندر باہمی اختلاف ہوگا۔اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکیں گے''۔

مولانا کوثر نیازی کا یہ چیلنج دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے دوران جسٹس منیر کی رولنگ کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں کا اعادہ تھا۔جسٹس منیر رپورٹ اور اسکی رولنگ کی وجہ سے یہودی اور عیسائی لابی نے اسلام اور پاکستان کو بہت بدنام کیا۔اور یہ اعتراض کیا تھا کہ پاکستان ایک ایسی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے لیکن اسکے علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔آج قومی اسمبلی میں مسلمان کی متفقہ تعریف کا چیلنج دیتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے وہی کردار ادا کیا جو جسٹس منیر اس سے پہلے ادا کر چکا تھا۔اس وقت جسٹس منیر کا مقصد یہودی اور عیسائی لابی کی خوشنودی تھا تو آج مولانا کوثر نیازی کا مقصود کیمونسٹ اور سیکولر لابی کی ہمدردیوں کا حصول تھا۔حکومتی وزیر کوثر نیازی کی طرف سے دیا گیا چیلنج جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر شیخ الحدیث علامہ شاہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ!

''میں اپنی جماعت کی جانب سے اس بات کو قبول کرتا ہوں۔۔ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اختصار سے مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تا کہ جو لوگ لفظ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ان کے لیے اس لفظ سے استفادہ حاصل کرنے کا سد باب ہو جائے۔اجتماعی طور پر تحقیقی تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر ۲۲ نکات پیش کر دیے تھے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے ہم اسکو قبول

کرتے ہیں اور علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ طور پر تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں"۔(بحوالہ روئیداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵اپریل ۱۹۷۲ء)

اس دن اسمبلی کی کاروائی کے اختتام کے بعد ایم این اے ہاسٹل میں جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد علامہ شاہ احمد نورانی کے کمرے میں جمعیت کے مرکزی رہنماؤں کا اجلاس ہوا۔جس کا مقصد مسلمان کی تعریف کی تیاری تھا۔اس اجلاس میں جمعیت کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد علی رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کے علاوہ علامہ غلام علی اوکاڑوی اور مولانا عبدالستار خان نیازی بھی شریک ہوئے۔اوران حضرات نے باہمی صلاح ومشورے سے مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف تجویز کی۔اس مجوزہ تعریف کا ڈرافٹ اپوزیشن کے دیگر علماء کرام مفتی محمود، مولانا عبد الحکیم، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کے پاس لیجایا گیا۔جنھوں نے متفقہ طور پر جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے تیار کردہ اس ڈرافٹ کی توثیق کی اور باہمی مشورے سے طے پایا کہ چونکہ علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اپنی تقریر کر چکے ہیں اور مولانا کوثر نیازی کے اس چیلنج اور تاثر کو بھی زائل کرنا ہے کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔اس لیے متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے اب مسلمان کی یہ تعریف قومی اسمبلی میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک پیش کریں گے۔تا کہ حکومت کو بتایا جا سکے کہ مسلمانوں کے تمام مکتبہ فکر اس تعریف پر ہی نہیں بلکہ تمام اہم قومی وملی امور پر متفق ہیں۔اور حکومت جو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ علماء کے درمیان اختلافات ہیں اور وہ آپس میں مسلمان کی تعریف پر ہی متفق نہیں ہیں۔دیگر امور پر کیا متفق ہوں گے قطعاً غلط اور حقی پروپیگنڈے پر مبنی ہے۔واضح رہے کہ مسلمان کی تعریف کا انگریزی ترجمہ جمعیت علمائے پاکستان کے قابل فخر رہنما پروفیسر سید شاہ فریدالحق نے کیا تھا۔جس سے اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بھی اتفاق کیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قوم کو اس مسئلے کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا!

> ''مسلمان وہ ہے جو کتاب وسنت اور ضروریات دین پر یقین رکھتا ہو اور قرآن کو ان تشریحات کے مطابق مانتا ہو جو سلف صالحین نے کی ہیں۔نیز حضورﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو۔اگر اسلامی آئین میں مسلمان کی یہ تعریف شامل نہ کی گئی تو ہم ایسے آئین کو اسلامی آئین نہیں کہیں گے۔بھٹو بار بار اسلام کے لیے جان قربان کرنے کا اعلان کرتے ہیں قوم کو انکی جان کی ضرورت نہیں اسلیے فی الحال جان قربان نہ کریں بلکہ اسلام کیلیے شراب کے استعمال اور درآمد پر پابندی عائد کریں''۔مولانا شاہ احمد نورانی ایک عالم ایک سیاستداں ص۱۰۳،۱۰۲)

مولانا کوثر نیازی کی جانب سے دیئے گئے چیلنج کے صرف دو دن کے بعد ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو متحدہ اپوزیشن کی جانب سے مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد علی رضوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کے علاوہ علامہ غلام علی اوکاڑوی اور مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کی مشاورت سے تجویز کردہ مسلمان کی جامع تعریف کو پہلی بار اسمبلی میں پیش کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے اس مجوزہ تعریف کو بعد میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل کرلیا گیا۔ جو آج بھی صدر اور وزیراعظم کے حلف میں شامل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں اور کاوشوں کی بدولت مسلمان کی تعریف اب پاکستان کے آئین کا حصہ بن چکی تھی۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت نے دراصل قادیانیوں کو ایک ایسی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تھا۔ جس کا مستقبل میں صرف اعلان ہونا ہی باقی رہ گیا تھا۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت سے قادیانیوں کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تعریف شامل ہو جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں۔ اور آج نہیں تو کل ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اب صرف اعلان ہی باقی رہ گیا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی پاکستان کی پارلیمانی اور آئینی تاریخ کے پہلے سیاستدان تھے۔ جنھوں نے سب سے پہلے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور آپ نے آئین سازی کیلیے قائم کمیٹی میں سب سے پہلی ترمیم ہی مسلمان کی تعریف اور ریاست کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے سے متعلق پیش کی۔ مستقل آئین کی تیاری کیلیے آپ نے تین بنیادی باتیں ہمیشہ دہرائیں۔

۱) پارلیمانی طرز حکومت

۲) ملک کا سرکاری مذہب اسلام

۳) دو ایوانی مقننہ

آپ نے یہ تجویز بھی دی کہ ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار ہونی چاہیے۔ ملک کے آئین میں یہ شق لازمی موجود ہونی چاہیے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے گی۔ آپ نے واضح کیا کہ ہماری جماعت غیر اسلامی آئین ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ اسلیے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔ تاکہ مسلمان دین اسلام کی اصل روح کے مطابق طرز حیات اپنائیں۔ اور اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ ہم اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کریں گے اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے گی۔

آئین سازی کیلیے قائم کی گئی کمیٹی میں حزب اختلاف کے ارکان نے اپنی اپنی آئینی تجاویز پیش کیں۔ اور اس سلسلے میں اپوزیشن اور بھٹو کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی آئینی تجاویز کے بارے

میں بھٹو کو تفصیل سے آگاہ کر کے انہیں قائل کر لیا۔اور بھٹو جیسا ذہین سیاستدان بھی مولانا نورانی کی آئینی تجاویز میں نقص نہیں نکال سکا۔نتیجۃً آئین سازی کے ضمن میں ایک ایسا فارمولا مارتب کیا گیا جس سے حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے اتفاق کیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو اس فارمولے کی روشنی میں ایک آئینی سمجھوتا حکومت اور اپوزیشن کے درمیان طے ہوا۔اس آئینی سمجھوتے میں ان متفقہ امور کی نشاندہی کی گئی تھی جنکے مطابق آئین سازی کی جانی تھی۔اس آئینی سمجھوتے پر جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مفتی محمود اور جماعت اسلامی کی طرف سے پروفیسر عبدالغفور نے دستخط کیے۔اس موقع پر علامہ شاہ احمد نورانی نے اس آئینی سمجھوتے کے حوالے سے فرمایا کہ!

''آئین کے جن بنیادی اصولوں کے بارے میں سمجھوتا ہوا ہے اگرچہ وہ سب کے سب قابل تعریف ہیں لیکن اسلامی دفعات اور خاص طور پر صدر مملکت کیلیے مسلمان ہونے کی لازمی شرط بہت اطمینان بخش ہے''۔

آئینی سمجھوتے پر دستخط ہونے کے باوجود دینی جماعتوں نے آئین کو مزید اسلامی رنگ دینے کیلیے اپنے دباؤ کو جاری رکھا اور غیر اسلامی آئین کے خلاف تحریک چلانے اور اسے نامنظور کرنے کا برابر اعلان کرتی رہیں۔علامہ شاہ احمد نورانی آئین سازی میں کتنی دلچسپی لے رہے تھے اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آئین کی ۲۸۰ دفعات میں ۲۰۸ ترامیم پیش کیں۔۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو آئینی کمیٹی نے قانون ساز اسمبلی میں حتمی رپورٹ پیش کی۔علامہ شاہ احمد نورانی نے اس پر اختلافی نوٹ لکھا۔جس میں آپ نے جداگانہ طریقہ انتخاب کی حمایت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام ناجائز مال و دولت کو ضبط کیا جائے اور صدر و وزیر اعظم کے اختیارات کے درمیان توازن پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!''آپ فرمادیں اگر تمہارے باپ،تمہارے بیٹے،تمہارے بھائی،تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال،تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم کو اللہ اور اسکے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔(سورۃ التوبہ آیت ۲۴)

ایک انسان کے اندر والدین اولاد بھائی بیوی خاندان مال تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب ﷺ کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرے کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غیض و غضب اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کیلیے رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔اور خود آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ!''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن

نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکو ماں باپ اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں"۔(بخاری کتاب الایمان)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور انحطاط میں اور عہد زوال میں اگر بحیثیت مسلمان ہماری تہذیبی اور ثقافتی اکائی سلامت ہے تو اسکی وجہ صرف اور صرف ایمان کی وہ چنگاری ہے جو عشق رسول ﷺ کی صورت میں غلاموں کے سینوں میں ابھی تک سلگ رہی ہے۔ وہی چنگاری جب شعلہ بنتی ہے تو کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول وفعل کی اساس ٹھہرتی ہے۔ کبھی اسکا اظہار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی میں ہوتا ہے۔ کبھی یہ عشق رسول ﷺ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جزبہ ایثار وحیا میں نظر آتا ہے۔ اور کبھی یہ طاقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کبھی عشق رسول ﷺ کی یہ تڑپ میدان کربلا میں رسم شبیری کا حوالہ بنتی ہے۔ کبھی اسکی جھلک اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک میں اذن نمو پاتی ہے۔ کبھی اس محبت رسول ﷺ کی مہک بلال رضی اللہ عنہ کے نغمہ اذان بنکر سماعتوں میں رس گھولتی ہے۔ کبھی اس کی دلکشی غوث اعظم کی غوثیت کی آبرو قرار پاتی ہے۔ کبھی یہ عشق غازی علم دین کی خلعت شہادت کی زینت بنتا ہے۔ کبھی یہ عشق حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، زبیر بن کعب، رومی، سعدی، احمد رضا اور اقبال کی نعت میں تخلیق کے مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ عشق رسول اور محبت مصطفیٰ ﷺ مرد قلندر، درویش خدا مست علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

عشق رسول ﷺ ایک مومن کی معراج ہے جسکے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ ایمان کی اس بنیادی صفت کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ اور اپنی زبان سے اسکی گواہی دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے عشق رسول کی روح کو صحیح معنوں میں سمجھا۔ اُسے اپنی زندگی کا بنیادی نقطہ مرکز ومحور تسلیم کرتے ہوئے عازم سفر ہوئے۔ ایک سچا مسلمان جب اس کٹھن راستے کو اپنی زندگی کیلیے منتخب کرتا ہے اور تمام تر سچائیوں کے اس راستے پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتا ہے تو آقائے نامدار ﷺ اپنی محبت کے دروازے اس پر کھول دیتے ہیں۔ جسے عشق رسول ﷺ کی دولت مل جاتی ہے اسکے شب وروز بدل جاتے ہیں۔ اسکا سونا جاگنا اوڑھنا بچھونا سب اپنے محبوب کیلیے ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہر وہ کام کرتا ہے جس سے رسول آخر الزماں ﷺ خوش ہوں۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اساس ایمان صرف محبت رسول ﷺ ہے۔ اور یہی غلاموں کا مقصد حیات زادراہ اور توشہ آخرت ہوتا ہے۔ دور حاضر میں ہمیں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات انہی صفات کا مرکز ومحور دکھائی دیتی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا لباس، وضع قطع، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، میل جول، خلوت وجلوت سب کچھ تعلیمات مصطفوی کا عملی مظہر تھیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی زندگی کا ہر لمحہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ آپ قول وفعل میں تضاد کے قائل نہ تھے۔ مذہبی غیرت وحمیت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کبھی بھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ خواہ کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ عاشق رسول علامہ شاہ احمد نورانی کو قادیانیوں اور قادیانیت سے شدید نفرت

تھی۔اور اسی نفرت نے انہیں زندگی بھر قادیانیت کے خلاف مصروف جہاد رکھا۔اور محراب و منبر سے لیکر اسمبلی اور سینٹ کے ایوانوں تک اس مرد قلندر کی ذات سب سے جدا اور سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔

۱۹۰۱ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے خود ساختہ نبی ہونے کا اعلان کیا اسوقت سے لیکر آج تک علماء و مشائخ اہلسنت اپنے اپنے دور میں اس فتنے کا سدباب کرنے کیلیے میدان عمل میں رہے اور انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر میدان میں قادیانیوں کا محاسبہ جاری رکھا۔قیام پاکستان کے بعد اُمت مسلمہ کو اُمید تھی کہ ایک اسلامی نظریاتی ملک ہونے کی وجہ سے حکومت وقت عوام کے مذہبی جذبات کا احساس کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا اور وقت کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سازشوں اور ریشہ دیوانیوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔یہاں تک کہ قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے اُمت مسلمہ نفرت نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو جنم دیا۔جسے حکومت نے طاقت کے بل پر وقتی طور پر دبالیا۔لیکن قادیانی ذریت سے یہ نفرت اُمت مسلمہ کے دلوں میں سلگتی رہی۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جو کہ نوجوانی میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جید اکابر علمائے اہل سنت کیساتھ مرکزی کردار ادا کر چکے تھے۔(انکی زندگی کا مقصد ہی نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ کا تحفظ تھا۔اور اپنے والد محترم مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے مشن تحفظ ختم نبوت کیلیے ساری دنیا میں مصروف جہاد تھے۔)تحریک کی ناکامی کے اسباب و عوامل سے پوری طرح واقف تھے۔جوں ہی آپ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں آنے کا موقع ملا آپ نے تحفظ ختم نبوت اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کو مملکت کا قانون بنانے اور آئینی تحفظ دینے کیلیے کام کرنا شروع کر دیا۔اور اس سفر کی کامیاب ابتداء آئین میں مسلمان کی تعریف کی شمولیت،ریاست کا سرکاری مذہب اسلام،دیگر دفعات کو آئینی تحفظ دینے کے علاوہ عائلی قوانین کی تنسیخ تینوں افواج کے سربراہوں کیلیے مسلمان ہونے کی شرط فتنہ ارتداد کو روکنے کی ضمانت حاصل کرنے اور پاکستان کے دستور کو دو قومی نظریے سے ہم آہنگ کرنے کی کوششوں سے ہو چکی تھی۔اور آپ اپنے اہداف پر نظر رکھے ہوئے مرحلہ وار منزل کی جانب رواں دواں تھے۔گو کہ آپ سے پہلے مکاتب فکر کے کئی علماء کرام قومی اسمبلی کے ممبر رہ چکے تھے۔لیکن انہوں نے کبھی بھی فتنہ مرزائیت کے خلاف اسمبلی کے اندر ای لفظ نہیں بولا۔یہ بات پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ پاکستان کی پہلی قومی اسمبلی کے ممبر دارالعلوم دیوبند کے شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی نے اسمبلی میں ایک لفظ بھی قادیانیت کے خلاف نہیں بولا اور نہ ہی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔اسی طرح ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خاں کے کرائے گئے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی اور مولانا غلام غوث ہزاروی صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔جمعیت علمائے اسلام کے یہ دونوں حضرات پانچ سال تک اسمبلی کے ممبر رہے۔قومی اسمبلی کا ریکارڈ آج بھی اس بات کا گواہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے پانچ سال کے دوران اسمبلی فلور پر تحفظ ختم نبوت کے حوالے

سے کوئی احتجاج ریکارڈ نہیں کرایا۔ جبکہ علامہ شاہ احمد نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپنے پہلے ہی خطاب میں آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کہہ کر کہ "جو لوگ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے"۔ قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا آغاز کر چکے تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی ۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی میں بالاتفاق منظور کی جانے والی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اور محسوس کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو بھی منظور کر کے پاکستان کی اُمت مسلمہ کے جذبات کی ترجمانی کرنی چاہیے۔ واضح رہے کہ یہ قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے پیش کی تھی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کی قرارداد کا اصل محرک اور اس کی بنیاد ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ مسلمان کی وہ متفقہ تعریف جو علامہ شاہ احمد نورانی اور آپکے رفقاء نے تیار کی تھی اور جو بعد میں آئین کا حصہ بنی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کے علم میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی منظور کردہ مسلمان کی متفقہ تعریف تھی۔ انکا دل قادیانیوں کے عقیدہ ختم نبوت سے انکار اور اسلام اور پاکستان دشمنی کی وجہ سے سخت رنجیدہ تھا۔ اور وہ اس حوالے سے سخت متفکر تھے کہ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کس طرح روکا جائے۔ اس قرارداد کا خیال انکے دل میں حج کے دوران روضہ رسول ﷺ پر سلام عرض کرنے کیلیے جاتے ہوئے آیا کہ میں کس منہ سے رحمت عالم ﷺ کے مواجہہ پر سلام عرض کرنے جا رہا ہوں۔ حالانکہ ہمارے ملک میں آپ ﷺ کے دشمن دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ واپس جاتے ہی اپنی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلیے قرارداد پیش کروں گا۔ چنانچہ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے واپس آتے ہی کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔

اس قرارداد کو متفقہ طور پر بغیر اختلاف رائے کے کشمیر اسمبلی نے منظور کر لیا اور صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو اس قرارداد کی توثیق کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی۔ آزاد کشمیر اسمبلی بالاتفاق قادیانیوں کے خلاف اس قرارداد کو منظور کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ایک نئی تاریخ بھی رقم کر چکی تھی۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری دراصل پاکستان کے مسلمانوں کے دل کی پکار اور ضمیر کی آواز تھی اور یوں کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کر کے پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے اراکین کیلیے قادیانیوں کے خلاف آئندہ لائحہ عمل بھی متعین کر دیا تھا۔

صدر مملکت و وزیر اعظم پاکستان کے مسلمان ہونے اور مسلمان کی تعریف پر مشتمل حلف کے آئین میں شامل ہونے سے مرزائیوں اور انکے خلیفہ مرزا ناصر کو پیچ پا کر دیا۔ اور انہیں تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ دراصل پاکستان کے آئین میں مسلمان کی

تعریف شامل ہوجانے کی وجہ سے پہلے ہی سخت پریشان تھے۔انہیں یقین ہوگیا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تعریف شامل ہوجانے کے بعد وہ درحقیقت غیرمسلم اقلیت قرار پاچکے ہیں۔اوراب دیر یاسویر ان کے غیرمسلم اقلیت ہونے کا صرف اعلان باقی رہ گیا ہے۔آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری نے ان کے تمام خدشات کو یقین میں بدل دیا تھا۔اورانہیں محسوس ہونے لگا کہ عنقریب اب پاکستان کی قومی اسمبلی میں موجود علماء انکے مستقبل کے بارے میں قرارداد پیش کرکے انکے لیے رہے سہے باقی تمام راستے بھی بند کرسکتے ہیں۔اس صورتحال نے مرزاناصر کو پاگل کردیااوراس نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں کشمیری مسلمانوں کیساتھ ساتھ پاکستانی مسلمانوں کیساتھ اپنی مخصوص گیدڑ بھبکیوں سے ڈرانے کی کوشش کی۔اس کتابچہ میں اس نے مسلمانوں کو گیڈر سے تشبیہ دی جو لومڑی کی کھال پہن کر اپنے کوہ سے باہر نکل آئے ہیں۔اوراپنی قادیانی جماعت کوایک ایسے شیر کی مانند قراردیاجوان سب کو کھاجائے گا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو کافراورغیرمسلم اقلیت قراردینے کی پوری پیش بندی کرلی تھی۔اورآنے والے وقت میں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کی پوری تیاری کرچکے تھے۔اس مقصد کے لیے آپ نے حکومتی اورعوامی سطح پر رائے عامہ ہموار ومنظم کرنے کا کام شروع کردیااورمناسب وقت کا انتظار کرنے لگے کہ اسی دوران ۶ اپریل تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کو مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیراہتمام دنیا بھر کی مقتدراسلامی تنظیموں کی مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کانفرنس میں دوسری اہم قراردادوں کے علاوہ ایک بنیادی قرارداد نمبر۹ قادیانیوں سے متعلق بھی منظور کی گئی۔اس قرارداد کے حق میں تمام شرکاء کانفرنس (جس میں مسلم تنظیموں کے نمائندے حکومتوں کے وزراء اوراعلیٰ سرکاری افسران شامل تھے) نے ووٹ دیا تھا۔لیکن افسوس کے کہ صرف پاکستان کے وزارت اوقاف کے سیکرٹری ٹی،ایچ ہاشمی نے اس قرارداد کے حق میں ووٹنگ کے مرحلے میں غیرجانب دارہوکر قرارداد کے حق میں ووٹ دینے سے گریز کیا۔اورکہا کہ قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے مؤقف سے مجھے اتفاق ہے لیکن انہیں اسلامی ممالک میں ملازمتیں دیئے جانے کی تجویز سے اتفاق نہیں۔رابطہ عالم اسلامی کی منظور کردہ یہ قرارداد پاکستان کے غیرجانب داررہنے کی روئیداد پاکستان کے کسی اخبار اورنیوز ایجنسی کی نظر میں نہیں آسکی اورحکومت نے اسے باقاعدہ حکمت عملی کے تحت گم سم کردیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی اوردیگر علماء کی کوششوں کی بدولت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام،مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف اورصدرو ملک کے وزیراعظم کا حلف پاکستان کے آئین کا حصہ بن کر قانونی شکل اختیار کرچکے تھے۔مرزائی جنہوں نے الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کو سیکولر جماعت سمجھتے ہوئے اسکی سپورٹ اپنے قادیانی مفادات کے تحفظ کیلیے کی تھی انہیں اُمید نہیں تھی کہ پیپلز پارٹی جیسی ایک سیکولر جماعت کے دوراقتدار میں علامہ شاہ احمد نورانی اور چند علماء اسلامی دفعات آئین میں شامل کرواکر قادیانی مفادات پر اسقدر شدید ضرب لگائیں گے۔اور پیپلز پارٹی جو کہ اسمبلی میں غالب اکثریت

رکھنے والی جماعت ہے ایک کمزور حزب اختلاف کے مٹھی بھر علماء کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔اس صورتحال میں قادیانی اور کمیونسٹ دونوں ہی پاکستان پیپلز پارٹی اور مسٹر بھٹو سے ناراض ہو گئے۔اور انہوں نے طے کیا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری کے مصداق نہ بھٹو رہے اور نہ ہی دستور باقی بچے۔اس لیے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے اور ملک کی ان اہم شخصیات کہ جو قادیانی مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں قتل کر دیا جائے۔

قادیانی دراصل پاکستان کو مرزائی ریاست بنانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انکا اقتدار پر قبضہ بہت ضروری تھا جو بھٹو کو راستے سے ہٹائے بغیر ممکن نہیں تھا اسلیے مرزائیوں نے بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا اور انہوں نے اسکام پر پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف ائر اسٹاف ائر مارشل ظفر اللہ چودھری کو مامور کیا۔ظفر اللہ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف تھا۔ظفر چودھری نے مرزا ناصر کی ایما پر پہلے بھی پاکستان ائرفورس کے کئی مسلمان افسروں کیخلاف متعصبانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ظفر اللہ چودھری مرزا ناصر کا خاص آدمی تھا۔وہ متعصب اور سخت گیر طبیعت کا مالک تھا۔اور اس نے پاکستان ائرفورس پر مرزائیوں کو قابض کرانے کیلیے کیا کچھ نہیں کیا۔جب بھی پاکستان ائرفورس میں بھرتی کا مرحلہ آیا تو اس نے اپنے ہم عقیدہ افراد کو فوقیت دی۔امریکہ وغیرہ میں جب کسی نوجوان کو تربیت کیلیے بھیجنے کا مرحلہ آیا تو اس نے قادیانی افسروں کو اس تربیت کیلیے اہمیت دی۔اس کے اس طرز عمل کی وجہ سے فضائیہ میں قادیانی افراد کا اثر ورسوخ بڑھ گیا۔ایک بار ظفر چودھری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلمان فضائی افسر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چودھری کی گھٹیا ذہنیت اور ملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو بہت حیران ہوئے۔کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔انکے ماتھے پر معنی خیز شکن ابھر آئی اور کہا! "اچھا یہ ہے انکا اصل روپ"۔(مویدقومی ہیرو ایم ایم عالم نوائے وقت ۱۸ اگست ۱۹۷۳ء)

ان پے در پے واقعات نے بھٹو صاحب کو قادیانیوں سے بدظن کر دیا تھا۔اور جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ ظفر چودھری انکی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے چنانچہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۴ء کو اس سے قبل کہ قادیانی بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر اپنے مزموم عزائم میں کامیاب ہوتے بھٹو نے پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف ائر اسٹاف ائر مارشل ظفر اے چودھری کو سبکدوش کر دیا۔اس ریٹائرمنٹ کی وجوہات میں ملک دشمنی کے ساتھ ساتھ ظفر چودھری کا وہ قادیانی نواز رویہ بھی تھا۔جس کی وجہ سے اس نے اپنے دور میں پاکستان ائرفورس سے جھوٹے مقدمے بنا کر کئی مسلمان افسروں کو نکالا تھا۔اُس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ہیرو پاک فضائیہ کے اسکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم کو بھی اپنے غضب کا نشانہ بنایا تھا اور اس نے ایم ایم عالم کو ملک سے نکالنے کیلیے کورٹ مارشل کی دھمکی دی تھی۔ظفر چودھری کے اس اقدام کی وجہ یہ تھی کہ ایم ایم عالم کو نکال دینے سے کئی قادیانی پائلٹوں کی ترقی کا راستہ صاف ہو جاتا تھا۔اس طرح ظفر چودھری نے پاکستان ائرفورس کو قادیانی ائرفورس بنانے اور قادیانیوں کو

اقتدار تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء یونین کے الیکشن ہوئے۔ جس میں مسلمان طلباء کے مقابلے میں کچھ قادیانی بھی مدمقابل آ گئے جس سے طلباء کو قادیانیت اور قادیانیوں کے عقائد و عزائم سے واقفیت حاصل ہوئی۔ اس الیکشن میں مسلمان طلباء کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد طلباء نے سیر و سیاحت کیلیے پشاور اور شمالی علاقہ جات کے سفر پر جانے کا پروگرام بنایا اور خیبر میل میں بکنگ کرانا چاہی لیکن خیبر میل میں ان طلباء کو خالی بوگی نہیں ملی جس کی وجہ سے انہوں نے چناب ایکسپریس میں بکنگ کرائی۔ جو قادیانی شہر ربوہ سے ہو کر گزرتی تھی۔ ربوہ سے گزرنے والی ہر گاڑی میں قادیانی اپنا لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔ یہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کا ایک روشن دن تھا جب نشتر میڈیکل کالج ملتان کے سو سے زائد طلباء سیر و تفریح کیلیے چناب ایکسپریس سے پشاور کیلیے روانہ ہوئے۔ طلباء کا یہ ہنستا کھیلتا قافلہ جب ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو حسب معمول قادیانیوں نے گاڑی کی مختلف بوگیوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جب طلباء کی بوگی میں یہ لٹریچر تقسیم کیا گیا تو ان میں اشتعال پھیل گیا اور مسلمان طلباء نے جوش و جذبے میں ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد قادیانیت مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ اس دوران گاڑی وسل دے کر اگلی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

ربوہ ایک بند شہر تھا۔ جس میں بغیر اجازت کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ خلیفہ ربوہ یہاں کا مطلق العنان حکمران تھا۔ جسکا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ ربوہ کی اپنی وزارتیں اور نظارتیں تھیں۔ غرضیکہ ربوہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ ریاست تھی۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء کی غیرت ایمانی کے مظاہرے نے ربوہ کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا کر دیا کیونکہ یہاں قادیانی خلیفہ کے حکم کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ مسلمان طلباء کی اس جرأت نے قادیانی ایوان میں کھلبلی مچا دی اور انہوں نے مسلمان طلباء کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب ایکسپریس میں طلباء پشاور سے واپس ملتان روانہ ہوئے۔ راستے میں سرگودھا سے قادیانیوں کی انجمن خدام الاحمدیہ کے رضا کار با قاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گاڑی میں سوار ہوئے۔ ربوہ سے پہلے نشتر آباد اسٹیشن کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے طلباء کی بوگی پر چپکے سے نشان لگا دیا اور ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر کو فون کر کے اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتا دیا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر ایک ہنگامہ برپا تھا۔ پانچ ہزار کے قریب قادیانی غنڈے ہتھیاروں، لاٹھیوں، ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھے جو طلباء کی بوگی پر حملہ آور ہوئے طلباء نے فوراً کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے۔ لیکن قادیانی غنڈوں کا ہجوم کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر بوگی میں داخل ہو گیا۔ قادیانی غنڈے نہتے مسلمان طلباء پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر مسلمان طلباء کو بوگی سے باہر نکالا۔ اور پلیٹ فارم پر ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ طلباء خون میں نہا گئے۔ زخموں کی تاب نہ کر کئی طلباء بے ہوش ہو گئے۔ ان بیہوش طلباء میں یونین کے صدر ارباب

عالم بھی شامل تھے۔ختم نبوت کے باغی قادیانی غنڈے مسلمان طلباء پر تشدد کرتے ہوئے محمدیت مردہ باد (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کی جے، احمدیت زندہ باد، مرزا ناصر کی جے، نشتر کے مُسلے ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے۔قادیانی عورتیں طلباء کے پٹنے پر تالیاں بجا بجا کر رقص کر رہی تھیں۔اوراس قادیانی لشکر کی قیادت مرزا طاہر کر رہا تھا۔قادیانی غنڈوں نے مسلمان طلباء کو مارا پیٹا اور انکی نقدی اور قیمتی سامان چھین لیے اور سگنل ہونے کے باوجود اس وقت تک قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی نہیں چلنے دی جب تک کہ انکا جوش انتقام ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔

زخموں سے چور اور نڈھال مسلمان طلباء کا یہ قافلہ فیصل آباد پہنچا۔لیکن انکے پہنچنے سے پہلے ہی اس ظلم و بربریت کی خبر فیصل آباد پہنچ چکی تھی۔غصے سے بپھرا سراپا احتجاج سارا شہر اسٹیشن پر موجود تھا۔اور فرط جذبات سے لوگ قادیانیوں کے اس وحشیانہ مظالم پر رو رہے تھے۔سارا اسٹیشن مسلمانوں کے جذباتی نعروں سے گونج رہا تھا۔حالات کو قابو میں کرنے کے لیے ڈی سی سمیت ساری انتظامیہ وہاں موجود تھی۔

قادیانیوں نے دراصل طلباء پر حملہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے پوری ملت اسلامیہ پر وار کیا۔قادیانیوں کی اس دیدہ دلیری اور غنڈہ فردی پر پوری پاکستانی قوم سراپا احتجاج بن گئی۔قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے لگے، مظاہرے ہونے لگے، احتجاجی جلسے منعقد کیے جانے لگے۔اور تحریک قریہ قریہ، شہر شہر پھیل گئی۔ہڑتالیں ہونے لگیں اور قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ شروع ہو گیا۔عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے نے ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دیا۔چیف جسٹس سردار محمد اقبال نے جسٹس کے ایم اے صمدانی کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کیلیے افسر مقرر کیا۔مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے یکم جون سے اپنے کام کا آغاز کیا اور ۵ جون ۱۹۷۴ء سے لیکر یکم جولائی تک سانحہ ربوہ کی تحقیقات مکمل کر لی۔اوراس دوران ٹریبونل نے ۷۰ قادیانیوں اور غیر قادیانیوں کی شہادتیں قلم بند کیں۔جن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر قادیانی، ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر عبدالسمیع احمد، نشتر میڈیکل کالج کے متعدد طلباء اور ربوہ کے کچھ قادیانی شامل تھے۔۱۱۲ صفحات پر مشتمل جسٹس صمدانی رپورٹ ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ حنیف رامے کو پیش کی گئی۔۲۲ اگست کو وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے یہ رپورٹ اپنی سفارشات کیساتھ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کر دی۔(روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء)

عدالتی رپورٹ پر غور کرنے کیلیے وفاقی کابینہ کا خصوصی اجلاس وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی صدارت میں راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں وزیر قانون و پارلیمانی امور اور صوبائی رابطہ عبدالحفیظ پیرزادہ، خورشید حسن میر، مولانا کوثر نیازی، ڈاکٹر مبشر حسن اور سینٹ کے ڈپٹی چیئر مین طاہر خاں نے شرکت کی۔بھٹو نے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور شائع کرنیکا وعدہ کیا تھا۔لیکن بھٹو سے لیکر آج تک ہر آنے والی حکومت میں سے کسی حکومت نے بھی اس رپورٹ کے

مضمرات سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

سانحہ ربوہ دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی اصل بنیاد بنا۔اس سانحہ نے اُمت مسلمہ کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح ایک بار پھر قادیانیت کے خلاف فیصلہ کن تحریک چلانے کیلیے متحد و منظم کر دیا۔سانحہ ربوہ کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف تحریک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے مملکت کے متفقہ قانون کی شکل میں منظوری کی اور قادیانیت و قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس تحریک کو اپنے منطقی انجام تک پہنچایا۔اس تحریک کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف اُمت مسلمہ کی کم و بیش ۹۰ سالہ جدو جہداور مختلف محاذوں پر سرگرم عمل علماء و مشائخ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔

یکم جون ۱۹۷۴ء کو ممبر قومی اسمبلی چودھری ظہور الٰہی نے واقعہ ربوہ پر غور کرنے کیلیے ایوان میں تحریک التواء پیش کی اورانہوں نے مطالبہ کیا کہ ربوہ کا واقعہ انتہائی اہم نوعیت کا ہے لہذا اس تحریک پر فوری طور پر غور کیا جائے۔جس پر وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے مؤقف اختیار کیا کہ یہ معاملہ صوبائی ہے اور صوبائی حکومت اس معاملے پر تحقیقات کیلیے ہائیکورٹ کے ایک جج کی تقرری کر چکی ہے اسلیے اس معاملے پر بحث نہیں ہوسکتی۔جس پر جناب چودھری ظہور الٰہی نے کہا کہ حکومت پنجاب نے تحقیقاتی ٹریبونل ضرور مقرر کر دیا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے چنانچہ اسے ایوان میں زیر بحث لایا جائے تا کہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا قطعی انسداد ہو سکے۔اسی طرح کی ایک تحریک التواء جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی پیش کی تھی۔قبل اسکے کہ اس تحریک پر کوئی فیصلہ ہوتا قومی اسمبلی کے اسپیکر نے اس معاملے پر کل کے اجلاس میں غور کرنے کا کہہ کر اجلاس ملتوی کر دیا۔اسپیکر نے اس تحریک کی اجازت دینے کا فیصلہ دوسرے روز پھر ملتوی کر دیا اورانہوں نے کہا کہ تحریک کے قانونی نکات پر پیر کے روز بحث ہوگی۔

مجلس عمل کے اراکین نے منعقدہ اجلاس میں قرارداد کے ذریعے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی اس تجویز کو کلیتاً مسترد کر دیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ضمن میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کے بعد قرارداد پیش کی جائے گی۔اس اجلاس میں اس امر پر بھی اتفاق کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قانون اور دستوری شکل میں حل کرنے کیلیے ضروری ہے کہ اسے اسمبلی میں پیش کیا جائے۔لیکن قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ قرارداد کے ذریعے حل کرنے کی کوشش قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگی۔کیونکہ قرارداد کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک سفارش ہوگی۔آگے حکومت کا اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے۔اس لیے وزیر اعظم کی یہ تجویز کہ اس سلسلہ میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کو قرارداد پیش کی جائے گی کلیتاً مسترد کیا جاتا ہے۔قرارداد میں کہا گیا ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے ۳۰ جون تک قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو پیش نہ کرنے کا جو جواز پیدا کیا ہے وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔بجٹ اجلاس کے دوران بھی اسکے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔اور اسکے لیے کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ اگر وزیر اعظم بھٹو مسلمانوں

کے جذبات اور احساسات اور مسئلہ کو سنجیدگی سے محسوس کرتے ہیں تو یہ انکا فرض ہے کہ وہ حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی میں بل پیش کریں اور اکثریتی پارٹی کے سربراہ اور وزیر اعظم کی حیثیت سے اپنی پارٹی کے ارکان کو آزاد چھوڑنے کے بجائے اپنی پارٹی کے ممبران کے ووٹ مطالبہ کے حق میں ڈلوانے کی ضمانت دیں۔اور یہ بل حکومت اور حزب اختلاف کے اتفاق سے متفقہ طور پر ایک گھنٹہ میں منظور ہوسکتا ہے۔لہذا وزیر اعظم عوام کے شدید مطالبے کے پیش نظر اس مسئلہ کو آئینی اور قانونی طریق پر فوراً حل کریں۔قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ پر بحث براہ راست نشر کی جائے تا کہ عوام اپنے نمائندوں کے مؤقف سے پوری طرح باخبر ہوسکیں۔اور فوری طور پر ربوہ کو کھلا شہر، مرزا ناصر کو گرفتار اور ظفر اللہ خاں پر ملک کے خلاف عالمی طور پر پروپیگنڈہ کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے۔اور اس کا پاسپورٹ ضبط کیا جائے۔اور حکومت تمام افراد کو فوری طور پر رہا کرے۔

علامہ شاہ احمد نورانی جو کہ تمام حالات کا نہایت ہی باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔اور سانحہ ربوہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد سے اب تک ہونے والے تمام حالات واقعات آپکے علم میں تھے۔اس دوران آپ آل پاکستان متحدہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم کو منظم کر کے عوامی محاذ گرم کر چکے تھے۔سندھ اور پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف اراکین صوبائی اسمبلی کا مؤقف اور حکومتی رویہ آپکے سامنے آچکا تھا۔اس کے برخلاف اراکین سرحد اسمبلی کی جذبہ ایمانی سے مزین وفاقی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش بھی آپ کے علم میں تھی۔مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر ۱۴ جون کی کامیاب ہڑتال نے حکومت پر عوامی مؤقف واضح کر دیا تھا۔ملت اسلامیہ پاکستان کا ہر فرد تحریک ختم نبوت کا چلتا پھرتا سپاہی بن چکا تھا۔اور سندھ سے لیکر کشمیر تک ہر مسلمان پاکستانی کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ حکومت فی الفور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔انکو کلیدی عہدوں سے برطرف کرے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں کی وجہ سے عوامی سطح پر قادیانیوں کے خلاف ردعمل نے قادیانیوں اور حکومت دنوں کیلیے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دیں تھیں۔اس کے باوجود حکومت کی کوشش تھی کہ وقتی طور پر کسی نہ کسی طریقے سے اس مسئلے کو قابو کر لیا جائے اور پھر وقت کیساتھ آہستہ آہستہ اسے سردخانے کی نظر کر دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حکومتی رویے میں آنے والی تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا اور آپ سمجھ گئے تھے کہ حکومت اس قسم کے اقدامات اور ٹال مٹول کے ذریعے معاملے کو طول دے کر عوامی جذبات کو سرد کر کے قادیانیوں کے خلاف تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔اس لیے اب حکومت کو مزید مہلت دینا تحریک کیلیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی (جو ابتک تحریک کو بیرونی محاذ پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی شکل میں منظم کر کے ایک ایسی قوت کی شکل دے چکے تھے۔جسے نظر انداز کرنا اب حکومت کیلیے ممکن نہیں رہا تھا) نے تحریک کو اندرونی محاذ یعنی پارلیمنٹ کے اندر منظم کرنے کا فیصلہ

کیا۔اس مقصد کیلیے آپ نے ارکان اسمبلی سے رابطے کیےاور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت وحیثیت کا احساس دلا کرانہیں اسکے تحفظ کیلیے آمادہ کیا۔مختلف سیاسی ومذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ممبران قومی اسمبلی نے علامہ شاہ احمد نورانی کی آواز پر لبیک کہااور تمام مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے لگے۔

علامہ شاہ احمد نورانی سمجھتے تھے کہ تمام حالات وواقعات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلیے آئینی اور قانونی جنگ لڑنا اب انتہائی جروری ہو گیا ہے۔آپ نے محسوس کیا کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پیش کر کے انکے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کا یہی مناسب وقت ہے۔چنانچہ آپ نے قادیانیوں کے خلاف اپنی تیار کردہ قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی رابطہ عالم اسلامی کی قادیانیوں کیخلاف منظور کردہ قرارداد اور اسلام کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلیے پہلے ہی ایک تاریخ ساز قرارداد تیار کر چکے تھے۔اس قرارداد کے حوالے سے علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

> ”اس سال اپریل میں ورلڈ اسلامک کانفرنس میں شرکت کیلیے لندن گیا۔ان دنوں مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس کی وجہ سے میں اس وقت مکہ معظمہ نہیں جاسکا۔لندن سے فارغ ہو کر میں مکہ معظمہ حاضر ہوا۔حاضری کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں سے رابطہ عالم اسلامی کی وہ قرارداد حاصل کروں جو انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں متفقہ طور پر منظور کی تھی۔۲۶ مئی کو یہ قرارداد لے کر پاکستان پہنچا تو قادیانیوں کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا۔ہم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کیلیے اپنی قرارداد مرتب کی جس میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کا مشورہ شامل تھا“۔(انٹرویو علامہ شاہ احمد نورانی۔ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر ابتداء میں حزب اختلاف کے ۲۲ ارکان قومی اسمبلی نے دستخط کیے بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۷ ہو گئی۔اس تاریخ ساز قرارداد کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیا۔مفتی منیب الرحمٰن رقمطراز ہیں کہ!

> ”علماء اس سے پہلے بھی موجود تھے۔مثلاً شیخ شبیر احمد عثانی اور مفتی محمود وغیرہما مگر یہ سعادت ماضی میں کسی کے حصے میں بھی نہیں آئی۔تاریخ پاکستان میں پہلی بار ایک مرد حق،پیکر صدق

وصفا، کوہ استقامت اور حاصل جرأت وشجاعت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اسمبلی میں پہنچ اور فتنہ انکار ختم نبوت یعنی قادیانیت کو کفر وارتداد قرار دینے کی بابت قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، تاریخ اسلام میں ریاست ومملکت کی سطح پر فتنہ انکار ختم نبوت کو کفر و ارتداد قرار دینے اور انکے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا اعزاز جانشین رسول، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ اور انکے بعد یہ اعزاز انہی کی اولاد امجاد میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو نصیب ہوا۔" (ماہنامہ کاروان قمر کراچی امام نورانی نمبر نومبر، دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۰)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے دستخط نہیں کیے۔ جبکہ اسکے برخلاف عبدالولی خان اور غوث بخش بزنجو جیسے قوم پرست رہنماؤں نے قائد تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی کے کہنے پر قرارداد کو بغیر پڑھے اور بغیر کسی لفظ کی تحقیق کیے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ اس حوالے سے علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

"ہمارے ملک میں خان عبدالولی خان کے متعلق لوگ غلط فہمیاں رکھتے ہیں۔ وہ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف تھے۔ میں نے پانچ سال تک انکو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ انکے ساتھ کام کیا ہے۔ میں نے انکو کبھی بھی اسلام کے خلاف قابل گرفت بات کرتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ ملک کی بقاء سلامتی اور عوام کی بہتری کیلیے ہماری جدو جہد کی انتہائی سمجھداری اور خلوص کیساتھ قیادت کرتے رہے۔ جب میں نے قرارداد کا مسودہ تیار کر لیا تو میں نے انہیں کہا! خان صاحب آج شام کو میں آرہا ہوں قرارداد کا مسودہ میں نے تیار کر لیا ہے۔ آپکے دستخط کروانے ہیں۔ شام کو میں انکے کمرے میں گیا۔ انہوں نے پوچھا! فرمائیے مولانا کیا حکم ہے؟ میں نے عرض کیا یہ مسودہ ہے۔ خان صاحب بولے! کیا اس پر میرے دستخط چاہئیں؟ میں نے کہا! آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ وہ مسکرائے میں نے کہا آپ مسودہ دیکھ لیں۔ بولے اسکی کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ حالانکہ مجھے گمان ضرور تھا کہ وہ یہ کہیں گے دیکھو بھئی یہ تمہارا مذہبی مسئلہ ہے مجھے اس میں مت گھسیٹو۔ یہ ہے وہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس قسم کا ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اس وقت غوث بخش بزنجو صاحب بھی انکے پاس موجود تھے۔ انہوں

نے بھی کسی لیت ولعل کے بغیر دستخط کر دیئے"۔(انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

قومی اسمبلی میں قرارداد کا پیش ہونا تھا کہ حکومت اور قادیانیت کے ایوانوں میں ہنگامہ مچ گیا۔قرارداد کے پیش کرنے پر بھٹو صاحب علامہ شاہ احمد نورانی سے خفا تھے۔انکا موقف تھا کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے خواہ مخواہ انکے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

"میں صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں ان سے ملا۔اوقت وہاں عبدالحفیظ پیرزادہ بھی موجود تھے۔بھٹو صاحب اس کیلیے بھی پریشان تھے کہ میں نے قرارداد کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے ایک ایک کاپی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی۔اوراخبارات نے اسے شہ سرخیوں کیساتھ شائع کر دیا تھا۔میری قرارداد کے جواب میں مرزا ناصر نے بیان دیا۔جس میں کہا گیا تھا کہ شاہ احمد نورانی کی قرارداد یک طرفہ ہے۔انہوں نے بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر مولانا شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں"۔(انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

"آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔آپ نے اسے اخبارات میں بھیج دیا ہے۔جسے اخبارات نے شہ سرخی کیساتھ لگا دیا ہے۔مرزا ناصر کا بھی بیان آیا ہے۔جس میں اس نے کہا ہے کہ مولانا نوانی کی قرارداد یک طرفہ ہے اورانہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اگر مولانا نورانی اس قرارداد کو پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں"۔

ذوالفقار علی بھٹو نے آپ سے مزید کہا!

دیکھیے مولانا قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیجیے۔کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہو گی۔آپ لوگ قادیانیوں کو خارج اسلام قرار دیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ہم نے اس سے انکار نہیں کیا۔تو اس کو اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سب مذہبی جنون کی باتیں ہیں"۔

قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

"آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے۔ یہ تو دارالعلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلے کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں؟ صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی کو بتایا کہ مرزا ناصر اور لاہوریوں کے ٹیلی گرام آتے ہیں کہ انہیں بھی موقع دیا جائے۔ اس طرح سے تو پارلیمنٹ میں مناظرہ ہو جائے گا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت تحمل سے بھٹو صاحب اور صاحبزادہ فاروق علی خان کی بات سنی اور ذوالفقار علی بھٹو سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا!

"جناب والا آپ ایک مسلمان ملک کے منتخب وزیر اعظم ہیں اس ملک کے سربراہ ہیں۔ اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں اس ملک کا وزیر اعظم ہوں تو ظاہر ہے آپ اور ہم سب اسکو پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ عقل و دانش استعمال کر رہا ہو۔ تا ور با قاعدہ آپکے خلاف ایک منظم جتھہ اور گروپ تیار کر رہا ہو اور اس نے اپنے بھولے لوگوں کی ایک جماعت تیار کر لی ہو۔ جو اس کے دعوؤں کو سچا سمجھتے ہوں تو آپ اسکو غدار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ اس پر مقدمہ چلاؤ اسکو بغاوت کی سزا سناؤ اور جیل میں ڈال دو۔ ورنہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ ملک میں انتشار پیدا ہو گا۔ اسی طرح منصب ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔ آپ ﷺ ختم الرسل ہیں۔ سید الانبیاء تاجدار کائنات ہیں محبوب رب العلمین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ایمان کا لازمی جز ہے۔ تو اب کوئی شخص اس منصب کا ادعاء کر رہا ہے۔ تو وہ شان الوہیت کی بھی تذلیل کر رہا ہے۔ اور وہ پاگل بھی نہیں۔ کتابیں تصنیف کر رہا ہے۔ اپنا جتھہ منظم کر رہا ہے تو یہ اسلام کا غدار ہے۔ کافر و مرتد ہے اور لازم ہے کہ اس کے بارے میں آج کی اسلامی حکومت وہی فیصلہ کرے جو ختم المرسلین خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب، سجاح اور اسود عنسی کے بارے میں کیا تھا"۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو صاحب پر واضح کر دیا کہ یہ محض مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کے اندر بہت حد تک سیاسی مسئلہ بن چکا ہے اور مرزا ناصر اور لاہوریوں کے گروپ کے ٹیلی گراف آتے ہیں کہ انہیں بھی صفائی کا موقع دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں انہیں اپنی صفائی کا موقع ضرور دیا جائے۔ آپ نے حکومت کو یقین دلایا کہ پارلیمنٹ میں مناظرہ نہیں ہو گا۔ آپ کے پاس رولز موجود ہیں۔ آپ انہیں پارلیمنٹ In Camera بلا لیجئے کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ آپ ان کو بھی سن لیں

ہمارے اعتراض بھی ہوں گے اور ارکان اسمبلی کی موجودگی میں بحث کروائی جائے تاکہ صحیح فیصلہ کرنے میں آسانی ہوں۔

علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

"اس سلسلے میں ہماری بھٹو صاحب کیساتھ تین میٹنگز ہوئیں۔ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔اس میں سردار شیر باز مزاری، حاجی مولا بخش سومرو (الٰہی بخش سومرو کے والد) مولانا مفتی محمود اور جسٹس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔بھٹو صاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔میں نے ان سے کہا اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو انکی پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بات پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔بھٹو صاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے۔تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔جے اے رحیم اور شیخ رشید نے اسکی بہت مخالفت کی مگر بھٹو صاحب نے کہا یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے۔پیپلز پارٹی اسکی مخالفت نہیں کرے گی۔جے اے رحیم نے اس قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہو"۔(انٹرویو ادی جاودانی، ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء اور انٹرویو مفتی منیب الرحمٰن ماہنامہ النعیم کراچی ستمبر ۲۰۰۳ء)

دراصل ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کی بہت سپورٹ کی تھی۔جسکی وجہ سے بھٹو اور پیپلز پارٹی کے دیگر ارکان قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر تیار نہیں تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فضل و کرم کے طفیل علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو صاحب کو قائل کر لیا تھا۔۳۰ جون ۱۹۷۴ء کی صبح قومی اسمبلی میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی پیش کردہ قرارداد کو ایوان نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔جمعیت علمائے پاکستان کے رکن اسمبلی مولانا محمد ذاکر جو کہ علالت کی وجہ سے ایوان میں حاضر نہیں تھے لیکن انہوں نے ٹیلی فون پر قرارداد سے اتفاق کیا۔خان عبدالولی خان جو کہ کوئٹہ جا چکے تھے لیکن ایوان میں موجود ان کی جماعت نیپ کے اراکین اسمبلی اور تحریک استقلال کے حاضر ارکان نے قرارداد پر دستخط کر دیئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قرارداد کی منظوری کے بعد اس پر غور و خوص کیلیے قومی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی کی تشکیل کی قرارداد بھی پیش کی۔جسے حکومت نے منظور کرتے ہوئے قادیانی مسئلہ کے حل کے لیے پورے ایوان پر مشتمل قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی تشکیل دے دی۔چنانچہ اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد علامہ شاہ احمد نورانی نے خصوصی کمیٹی کی

کاروائی میں بھرپور حصہ لینے کے لیے اپنا بلوچستان کا دورہ ملتوی کر دیا۔

وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی موجودگی میں ایوان نے قرارداد اور تحریک کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ سانحہ ربوہ پر غور اور قادیانی مسئلہ (عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی اسلام میں حیثیت کا تعین) پر سفارشات مرتب کرنے کیلیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر حزب اختلاف کی قرارداد اور حکومتی تحریک دونوں ایوانوں کی متفقہ رائے کے مطابق تمام ممبروں پر مشتمل کل ایوانی خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دی گئیں۔ تاکہ وہ ان پر مفصل بحث کرے اور قومی اسمبلی کو اس بارے میں اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیٹی کے اجلاس کیلیے چالیس ممبروں کا کورم ضروری قرار دیا گیا۔ جس میں دس ارکان حزب اختلاف سے اور باقی ارکان کا تعلق حکومت سے ہوگا۔ وزیر قانون نے واضح کیا کہ چالیس ارکان کی موجودگی کے بغیر کمیٹی کا اجلاس نہیں ہو سکے گا۔ کل ایوانی خصوصی کمیٹی یکم جولائی سے تحریک اور قرارداد پر بیک وقت غور شروع کرے گی۔ اس خصوصی کمیٹی کے تمام اجلاس خفیہ ہوں گے۔ کل ایوانی خصوصی کمیٹی نے بعد میں اسمبلی میں ایک اور خصوصی رہبر کمیٹی ترتیب دی۔ دونوں کمیٹیوں یعنی کل ایوانی کمیٹی اور خصوصی رہبر کمیٹی نے اپنے کام پوری لگن سے شروع کر دیئے۔ روزنامہ نوائے وقت نے علامہ شاہ احمد نورانی اور اپوزیشن کی جانب سے پیش کردہ قرارداد کے حوالے سے اپنے اداریہ میں لکھا!

> "سرکاری تحریک میں صرف ختم نبوت کے منکرین کے مسئلہ پر غور کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جبکہ اسکے برعکس اپوزیشن کی قرارداد میں مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو ختم نبوت کا منکر قرار دے کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اپوزیشن کی قرارداد زیادہ موزوں اور حقیقت پسندانہ ہے۔ انگریزی محاورے کے مطابق اپوزیشن نے سانڈھ کو سینگوں سے پکڑنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ حکومت نے صرف اسکی دم کو چھیڑا ہے"۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ جولائی ۱۹۷۴ء)

کراچی کی ایک دعوت کے موقع پر سابق چیئر مین رویت ہلال کمیٹی و سابق سینیٹر حضرت علامہ مفتی ظفر اللہ نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مترجم کنز الایمان انگلش اور سابق قائد حزب اختلاف سندھ اسمبلی جناب پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر عادل صاحب این۔ پی، ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا کہ آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ محض اپنی قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے ٹھکرا دی۔ اس واقعہ کی مفصل تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت تھی۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقے کے لاہوری گروپ سے متعلق تھے۔ وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں مولانا نورانی تشریف لائے ہیں۔ ہم

ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں انکو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے آپکی قرارداد میں ہمارا نام درست نہیں ہے۔ آپ یوں کریں کہ قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں۔ ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ یہ سنکر علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا! آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر۔ اس لیے کہ ہمارا جوتا اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے (بعض بزرگوں کا فرمانا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس وقت فرمایا! ہمارا گنبد خضریٰ والے آقا ﷺ سے ہمارا سودا ہو چکا ہے۔ ہم بازار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں۔ اور یہ پیسہ ہمیں نہیں خرید سکتا) آپ نے فرمایا کہ مرزا مدعی نبوت ہے۔ جو اسے مجدد یا مصلح مانتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور میری قرارداد سے کوئی لفظ بھی حذف نہیں ہوگا۔ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تو علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ بار بار لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کو آپ کیوں ذکر میں لے آئے ہیں۔ یہ تو نبی نہیں مانتے۔ لیکن الحمد للہ، اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے۔ یہ پیسہ آنے جانے والی چیز ہے۔ اصل دولت، دولت ایمان ہے۔ اور سرمایہ آخرت ہے۔ (کتاب مولانا نورانی ص ۱۷۵ بحوالہ فاتح مرزائیت ص ۱۲)

۳ جولائی ۱۹۷۴ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اپنے اجلاس میں اتفاق رائے سے ۱۲ ارکان پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی منتخب کی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کو اس رہبر کمیٹی کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ رہبر کمیٹی کا کام ان قراردادوں اور تجاویز کا جائزہ لینا تھا۔ جو ۵ جولائی کی نصف شب تک قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو موصول ہوں گی۔ اسکے علاوہ رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کا کام اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے اور کاروائی چلانے کیلیے طریقہ کار اور پروگرام تجویز کرنا بھی تھا۔ رہبر کمیٹی کے اراکین میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا کوثر نیازی، رانا محمد حنیف خاں، پروفیسر غفور احمد، مسٹر عبد العزیز بھٹی، مولانا ظفر علی انصاری، مسٹر نعمت خان شنواری، ملک محمد اختر اور بیگم شیری وہاب شامل تھے۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات کو ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشارت مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہوں کے بیانات قلمبند کرنے کا کام ۲۲ جولائی ۱۹۷۴ء تک مکمل کر لیا جائے۔

۲) خصوصی کمیٹی کے جو ممبر دونوں جماعتوں کے سربراہوں سے سوالات دریافت کرنا چاہیں۔ وہ ۲۴ جولائی تک قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو بھیج سکتے ہیں۔

۳)رہبر کمیٹی انجمنوں کے سربراہوں سے دریافت کیے جانے والے سوالات کو آخری شکل دے گی اور منظور کرے گی۔

۴)اتارنی جنرل سے جن کے ذریعے سوالات دریافت کیے جائیں گے۔کہا جائے گا کہ وہ ۲۵ جولائی سے رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت کریں۔

۵)مختلف ارکان کی پیش کردہ قراردادوں پر خصوصی کمیٹی میں غور ہونے سے پہلے ان قراردادوں کے محرک اپنے نکتہ ہائے نظر کی وضاحت کرنے کیلیے رہبر کمیٹی کے سامنے بیانات دیں گے۔

کمیٹی نے اپنے سپرد کیے گئے کام کی رفتار پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے جلد مکمل کرنے کا اعادہ کیا۔ساتھ ہی کمیٹی نے وزیر قانون کو اختیار دیا کہ وہ ۱۴ جولائی کو پریس کانفرنس کے ذریعے خصوصی کمیٹی کی کارکردگی سے عوام کو آگاہ کردیں

۔

۲۰ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہ صدرالدین کا محضرنامہ پڑھا گیا۔

۲۱ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی (جوکہ پورے ایوان پر مشتمل تھی) کے روبرو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصراحمد کا حلفی بیان قلمبند کیا گیا۔جسکے پڑھنے کا عمل ۲۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو مکمل ہوا۔یہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تحریری بیان دراصل مرزا ناصر کا محضرنامہ تھا۔جسے مرزا ناصر لکھ کر لایا تھا۔قومی اسمبلی کی کئی منزلہ ائر کنڈیشنڈ عمارت جوکہ چاروں طرف سے بند تھی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی رکن اسمبلی پر اوپر سے کوئی چیز گری ہو۔لیکن اس وقت کے ارکان قومی اسمبلی جنھوں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کے اس زندہ معجزے کا مشاہدہ کیا کہ جیسے ہی مرزا ناصر قادیانی نے اپنا ۱۸۰ صفحات پر مشتمل محضرنامہ پڑھنا شروع کیا تو اوپر سے کسی پرندے کا ایک پر جو غلاظت سے میں لتھڑا ہوا تھا اوپر سے سیدھا مرزا ناصر کے محضرنامے پر گرا۔اور ارکان اسمبلی نے دیکھا کہ مرزا ناصر کا محضرنامہ گندگی سے بھر گیا۔وہ بری طرح کانپ کر رہ گیا۔اسکے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے I am Disturbed علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں کہ!

> ”یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔قربان جایئے حضور اکرم ﷺ کے،آپ یہ معجزہ دکھا کر اپنے ماننے والوں سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو مرزا جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ غلاظت ہے“۔(ماہنامہ الحامد ملتان جنوری فروری ۲۰۰۴ء ص ۲۳۲)

مرزا ناصر قادیانی کے محضرنامے کا جواب مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی جانب سے ”ملت اسلامیہ کا مؤقف“ کے نام سے ترتیب دیا۔ملت اسلامیہ کا مؤقف کی کتابت مشہور کاتب جناب سید انور حسین المعروف نفیس رقم نے کی اور اسکی تصحیح حضرت علامہ شاہ احمد نورانی،مفتی محمود اور چودھری ظہور الٰہی نے کی۔جتنا حصہ لکھ لیا جاتا اسے مفتی محمود،حضرت

مولانا شاہ احمد نورانی اور چودھری ظہور الٰہی سن لیتے۔بعد ازاں مناسب ترمیم و اضافہ کے بعد اسے پریس میں بھیج دیا جاتا۔ملت اسلامیہ کا یہ مؤقف چھ دن میں تیار ہو گیا۔اور قومی اسمبلی میں مفتی محمود نے مرزا ناصر کے محضر نامے کے جواب میں پیش کیا۔(پارلیمنٹ میں قادیانی شکست ص۱۰)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے دو ماہ میں قادیانی مسئلے پر غور و خوض کیلیے ۱۲۸ اجلاس اور ۹۶ نشستیں منعقد کیں۔اس دوران قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو قادیانی گرو کے سرخیل مرزا ناصر، لاہوری گروپ کے امیر صدر الدین اور انجمن اشاعت اسلام کے عبدالمنان اور مسعود بیگ پر ان کے عقائد و نظریات ملک دشمنی اور یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ کے حوالے سے جرح ہوئی۔۵ اگست سے ۱۰ اگست اور ۲۰ اگست سے ۲۴ اگست تک گیارہ روز مرزا ناصر قادیانی پر جرح ہوئی۔جو کم و بیش ۴۲ گھنٹوں پر محیط ہے۔قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو جرح کے دوران مرزا ناصر کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔وہ اوٹ پٹانگ باتیں کرتا وہ قومی اسمبلی کے ائرکنڈیشنڈ ہال میں پسینے پسینے ہو جاتا اور گھبراہٹ میں بار بار پانی مانگتا۔اور کبھی لاجواب ہو کر بالکل ساکت ہو جاتا تھا۔ممبران قومی اسمبلی نے مرزا ناصر سے ۱۸۰ سوالات کیے جن میں ۷۰ سوالات صرف جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے کئے گئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی فرماتے ہیں!

"مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور سوال و جوابی سوال کیا جاتا رہا۔مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ آ کر کہہ دیتا کہ بس میں اب تھک گیا ہوں۔ائرکنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔اسے گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بٹھا کر اس پر جرح کی جائے گی۔۔۔۔وہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضورﷺ کے بعد مسیح موعود اور اُمتی نبی ہے۔جن اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق معلوم نہیں تھے انہیں بھی معلوم ہو گئے۔اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ مولانا نورانی جنہیں اقلیت قرار دلوانے کی سعی کر رہے ہیں وہ لوگ واقعی کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔(ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء)

قادیانی مسئلے پر فیصلہ کرنے کیلیے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی جو کہ پورے ایوان پر مشتمل تھی کے ۱۲۸ اجلاس منعقد ہوئے اور مجموعی طور پر اس مسئلے پر ۹۶ گھنٹے غور کیا گیا۔خصوصی کمیٹی کے سامنے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر نے ۴۱ گھنٹے اور ۵۰ منٹ تک شہادت قلمبند کرائی اور اس کا بیان گیارہ دن تک جاری رہا۔لاہوری جماعت کے سربراہ پر دو اجلاسوں

میں مجموعی طور پر ۸ گھنٹے اور ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی۔قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ پر جرح نے پہلے ہی قادیانیت کی اصل صورت اپنے تمام منفی خدوخال کے ساتھ اراکین اسمبلی کے سامنے رکھ دی تھی۔لیکن اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے جو دلائل دیئے اس نے معزز اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرنے میں بڑی مدد دی۔

سابق اٹارنی جنرل اور معروف قانون دان جناب یحییٰ بختیار نے جس لگن، جانفشانی اور قانونی مہارت سے اُمت مسلمہ کے اس نازک اور حساس کیس کو لڑا اور ملت اسلامیہ کے موقف کی قومی اسمبلی میں جس بھرپور، مؤثر اور شاندار انداز میں ترجمانی کر کے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی جو قانونی جنگ لڑی اور قادیانی شاطر سربراہوں پر طویل اور اعصاب شکن جرح کے بعد جس طرح ان سے اُن کے عقائد وعزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوا کر اعتراف جرم کروایا۔وہ انہی کا حصہ ہے۔جس پر قابل ستائش ہیں اور بلاشبہ جس طرح اُن سے اُن کے عقائد وعزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوا کر اعتراف جرم کروایا۔وہ انہی کا حصہ ہے۔جس پر ستائش ہیں۔اور بلاشبہ جس طرح انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی کو اس نوے سالہ فتنے کے بارے میں حتمی اور متفقہ فیصلے تک پہنچنے میں مدد کی وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔اور اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی نظر عنایت کا مظہر ہے جس کے طفیل وہ یہ فریضہ ادا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ڈھائی بجے دن پوری قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اہم اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کی سفارشات کو آخری شکل دی گئی اور قرارداد کا متفقہ مسودہ تیار کیا گیا اس قرارداد میں کہا گیا کہ تمام شہریوں کی خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو جان ومال عزت وآزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔اور ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھنے، عمل کرنے یا تبلیغ کرنے والا مستوجب سزا ہوگا۔قرارداد میں کہا گیا کہ اس فیصلے کے نتیجے میں نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں ترامیم کی جائیں گی۔

آئین میں دوسری ترمیم کے بل مجریہ ۱۹۷۴ء کی تینوں دفعات اتفاق رائے سے قومی اسمبلی کے ۱۴۶ میں سے ۱۳۰ حاضر ارکان نے بل کے حق میں ووٹ دیکر اسے منظور کر لیں۔قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد فوری سینٹ میں پیش کیا گیا جہاں سینٹ کے ۴۵ ممبران میں سے موجود تمام ۳۱ ممبران نے بل کے حق میں ووٹ دیا۔اور یوں سینٹ نے آئین کی دفعات ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کا بل منظور کر لیا۔جس میں کہا گیا کہ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی مدعی یا اسے نبی یا مصلح تسلیم کرنے والا مسلمان نہیں ہے۔ترمیمی بل کے مطابق قادیانیوں اور لاہوری جماعت کے اراکین کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔قومی اسمبلی میں آئینی ترمیمی بل کی منظوری کے بعد وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے تقریر کرتے ہوئے کہا! یہ نوے سال پرانا مسئلہ تھا اور وقت کے ساتھ پیچیدہ ہوتا جارہا تھا۔احمدیوں کے بارے میں آج جو فیصلہ کیا

گیا ہے وہ متفقہ اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔اور پاکستان کے مسلمانوں کی خواہشات کا آئینہ دار ہے اور اس فیصلے کا کریڈٹ پوری قوم کو جاتا ہے۔

۱۹۷۳ء کا آئین ملک کا پہلا آئین تھا جس میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ،مملکت کا مذہب اسلام،جس کی حفاظت کی ذمہ دار مملکت،مسلمان کی تعریف کی شمولیت اور قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہ بنانے کی شقوں کی وجہ سے ۱۹۵۶ء،۱۹۶۲ء کے آئین سے قدرے ممتاز تھا۔لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم نے اس آئین کو دنیا کے تمام اور بالخصوص اسلامی ممالک کے دساتیر میں ایک منفرد اور انوکھا اعزاز بخشا۔اور وہ یہ اعزاز تھا کہ اس آئینی ترمیم کے ذریعے اسلام کے ایک بنیادی عقیدے (عقیدہ ختم نبوت جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور جس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں علمائے کرام قرآن وسنت کی رو سے اسکے غیر مسلم ہونے کا اعلان کرتے تھے) کو آئینی اور قانونی تحفظ دے کر اسے مملکت پاکستان کا ایک ایسا قانون بنادیا گیا تھا جس کی رو سے عقیدہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والا اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کو ماننے والا کافر و مرتد کارج از اسلام اور غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔اس لحاظ سے ۱۹۷۳ء کا دستور دنیا کے تمام دساتیر میں منفرد حیثیت اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔آج تک ۱۹۷۳ء کے آئین میں ہونے والی تمام ترامیم صرف قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم آئین کی وہ واحد ترمیم ہے جسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے دونوں ایوانوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔اور اس ترمیم کی مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اس فیصلے کے عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا!

> ''ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔باہر کے جلسے جلوسوں اور منظم جدو جہد نے اندر کی فضا اور معاملات کو درست رخ پر رکھا۔پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کیس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا مزید خراب کیا۔میں اس امکان کو بھی رد نہیں کرتا کہ مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خود پیپلز پارٹی کی قیادت خائف ہو چکی تھی''۔(تحریک ختم نبوت جلد سوئم ۸۶۸،۸۶۷)

علامہ شاہ احمد نورانی اس تاریخی فیصلے کے اثرات کے حوالے سے فرماتے ہیں!

> ''پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کے بعد پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا ہے اگر اس فیصلہ کی مؤثر طریقے سے تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے''۔(روزنامہ نوائے وقت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

"چونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے۔ یہ مسئلہ تحفظ ختم نبوت کیلیے ہماری آئینی وقانونی نظام کی خشت اول تھی۔ پھر قادیانیوں کو کافر ومرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اسکی تکمیل ہوگئی۔ بعدازاں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے فارم میں مسلمان کیلیے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانیوں ولاہوری گروپ سے برأت کا حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا۔ اس طرح ناموں کے اشتباہ سے جو قادیانی ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ بلکہ مکر وفریب سے مسلمانوں میں شامل ہوجاتے تھے۔ اسکا سدباب ہوگیا۔ بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جداگانہ انتخاب کی طرف پیش رفت ہوئی جو شروع ہی سے ہمارے مقاصد واہداف میں شامل تھا اور قادیانیوں کے ناموں کا اندراج غیر مسلموں کی فہرست میں کرانا قرار پایا۔ سعودی عرب، ملائشیا، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلموں کا درجہ دینا شروع کیا کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اسکی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے پر پابندی عائد کردی گئی۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف ناموں میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ ابھی بہت سے اہداف ہیں جن کا حصول باقی ہے۔ اور الحمدللہ اس کے ضمن میں ہمارا جہاد جاری ہے۔ اور ہم اپنے دینی اہداف کے حصول تک چین سے نہیں بیٹھیں گے"۔ (انٹرویو ملک محبوب الرسول قادری افکار نورانی ص ۵۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ متذکرہ افراد بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شامل تھے۔ اور انہوں نے دیگر مکاتب فکر کیساتھ مل کر اس تحریک میں حصہ لیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے میں اصل کردار علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ہی ادا کیا۔ آپ نے جس فہم وفراست اور حسن تدبر سے اس تحریک کو پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر عوامی سطح پر منظم کیا اور پیپلز پارٹی کے اراکین اسمبلی سمیت تمام اراکین قومی اسمبلی اور ملک کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قرارداد کے حق میں راضی کیا۔ وہ صرف آپ کا خاصہ ہے۔ اس تمام تفصیل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جس سے نہ صرف اس جھوٹے پروپیگنڈے کی کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں صرف یوسف بنوری، مفتی محمود وغیرہ کا حصہ ہے قلعی کھل جاتی ہے بلکہ حقیقت حال روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا کریڈٹ علامہ شاہ احمد نورانی کو ہی جاتا

ہے۔جنہوں نے اس سلسلے میں دن رات مسلسل جدو جہد کی اور آخر کار وہ اس اہم مشن میں کامیاب ہوئے۔ بلاشبہ قائد ملت اسلامیہ سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قابل صد مبارکباد ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کی زیر قیادت حسب سابق جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین علماء کارکن اور جمعیت سے متعلق عربی مدارس کے طلباء کا پوری تحریک میں نمایاں کردار رہا ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی تحدیث نعمت کے طور پر اس کارنامے کا یوں اظہار فرماتے تھے!

"الحمد للہ ہم نے سخت جدو جہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلے کو حل کرایا۔اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہ شفیع المذنبین ﷺ میں میرے لیے یہی سب سے بڑا وسیلہ شفاعت ونجات ہوگا"۔

مگر آپ نے کبھی بھی اس تاریخ ساز کامیابی کا کریڈٹ خود سمیٹنے کی کوشش نہیں کی۔علامہ شاہ احمد نورانی کے نزدیک اجتماعی طور پر مسلمانوں کی اس عظیم الشان کامیابی کا سہرا فدایان ختم نبوت اور شمع رسالت ﷺ کے تمام پروانوں کو نصیب ہوا۔اس میں حکام بالا، معزز اراکین قومی وصوبائی اسمبلی، قائدین مجلس عمل تحفظ ختم نبوت، طلباء، سماجی و جماعتی کارکن، جلسوں میں شریک ہونے والے فدایان ختم نبوت، عوام گھروں میں رو رو کر دعائیں کرنے والی مائیں، بہنیں، ہڑتالوں میں ساتھ دے کر مالی ایثار کرنے والے تاجر اور فلک شگاف نعروں سے جذبات کو بیدار کر دینے والے مجاہد۔غرض جس نے بھی جس طرح تاج ختم نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا اور تند تیز ہوا میں بھی ختم نبوت کا دیا بجھنے نہیں دیا وہ سب ہی شامل ہیں۔

جناب شاکر حسین خان ریسرچ اسکالر علوم اسلامی جامعہ کراچی اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں!

"قیام پاکستان کے بعد علماء و مشائخ نے ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی اسکے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ زندہ کیا ان میں روشن اور تابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بھرپور طریقے سے عملی جدو جہد جاری رکھی۔قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اور ان کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورثے میں ملی تھی۔انکے والد مولانا شاہ عبد "العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔انہوں نے افریقہ و یورپ، سیلون، انڈونیشیاء، ملائشیاء، برما اور عرب ریاستوں میں

قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔اور انکے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی جسکا نام The Mirror ہے۔اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ"المراۃ" کے نام سے ہوا۔اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی جسکا نام "مرزائی حقیقت کا اظہار ہے۔اس کتاب کا ملائشیاء کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔جسکے بعد ملائشیاء میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ انکے آگے آہنی چٹان کی مانند کھڑے رہے"۔(ماہنامہ پیام حرم کراچی نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۳)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆